اسمائے حسنیٰ

ایک تحقیقی جائزہ

کس نے رکھے ہیں اللہ کے یہ نام؟

اَلْمُعِزُّ، اَلْمُذِلُّ، اَلْخَافِضُ، اَلرَّافِعُ، اَلْمُبْدِئُ، اَلْمُعِيْدُ، اَلضَّارُّ، اَلنَّافِعُ، اَلْمُنْتَقِمُ،
اَلْمُمِيْتُ، اَلْبَاعِثُ، اَلْبَاقِيُ، اَلْعَدْلُ، اَلْمُحْصِيُ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْمُغْنِيُ☆

فمن الذى سمى الله بهذه الأسماء؟

أبو محمود عبدالرزاق الرضوانى



کیا عبدالستار نام رکھنا جائز ہے؟

محمد عمران مظاہری

اسمائے حسنیٰ

ایک تحقیقی جائزہ

محمد عمران مظاہری

إدارة البحوث الإسلامية

دار العلوم منہاج الدعوۃ دعوت نگر الہیڑی پوسٹ بڈھیڑی گھوگھو ضلع سہارن پور یوپی

تفصیلات

نام کتاب: اسمائے حسنیٰ ایک تحقیقی جائزہ

موضوع: اسمائے حسنیٰ

صفحات: ۲۱۶

مؤلف: عمران علی، عرف محمد عمران مظاہری

سن تالیف: ۱۴۳۵ھ ۲۰۱۳م

تعداد طبع اول: 1000

جدید ایڈیشن: ترمیم شدہ

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، دارالعلوم وقف دیوبند

اسمائے حسنیٰ

ایک تحقیقی جائزہ

اسمائے حسنیٰ کی عظمت واہمیت مسلم معاشرے میں ایک حد تک معروف ہے، اسی کے تحت ابتدائی مکاتب میں حفظ قرآن کریم کے ساتھ اسمائے حسنیٰ یاد کرانے اور روزانہ ان کو پڑھوانے کا مفید وکارآمد معمول بھی ہے، ایسے ہی اوراد ووظائف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی اسمائے حسنیٰ سے استفادہ کرتے ہیں، اسی طرح علماء کرام بھی اپنے مواعظ میں اسمائے حسنیٰ کے فضائل بیان کردیتے ہیں، ان تمام معمولات کے باوجود عمومی طور پر عوام کا تو کیا علما کا ذہن بھی اس طرف ملتفت نہیں ہوتا کہ اسمائے حسنیٰ کے بارے میں کچھ علمی وحل طلب مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔

چنانچہ پہلا سوال تو یہی قائم ہوتا ہے کہ اسمائے حسنیٰ ۹۹ ہی ہیں یا کم وبیش کا بھی احتمال ہے؟ دوسرے یہ کہ یہ ۹۹ اسمائے حسنیٰ قران کریم بھی موجود ہیں یا نہیں؟ نیز یہ کہ اسم ذات ''اللہ'' ۹۹ اسمائے حسنیٰ میں شامل ہے یا زائد ہے؟

اگر یہ شامل ہو تو اسمائے حسنیٰ کی تعداد ۹۹ کے بجائے ۱۰۰ ہو جاتی ہے جبکہ ابو ہریرہؓ کی روایت بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ۹۹ نام ہیں یعنی ایک کم سو، اس سے معلوم ہوتا ہے اسم ''اللہ'' ان ۹۹ میں شامل نہیں ہے، اور حدیث مبارک: إِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ کے تحت بھی ۹۹ ہی وتر ہے، ۱۰۰ وتر نہیں ہے ، دوسرے نکتۂ نگاہ سے دیکھیں تو اسم ''اللہ'' وتر ہے، اور ۹۹ کا عدد الگ ایک وتر ہے تو اس سے مفہوم یہ ہی نکلتا ہے کہ اسمِ ذات اللہ ۹۹ اسمائے حسنیٰ سے الگ ہے، اس علیحدگی سے دونوں کی وتریت بھی قائم رہتی ہے اور عدد ۹۹ بھی۔

لیکن پھر سوال یہ ہے کہ قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَنَ میں رحمن کو ذکراً اللہ کے مساوی قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمائے حسنیٰ میں ذاتی اور صفاتی کی تقسیم نہیں ہے، جبکہ اہل علم ذاتی اور صفاتی کی تقسیم مانتے بھی ہیں اور بتلاتے بھی ہیں۔

نیز یہ بھی ایک سوال کی صورت اختیار کرتا ہے کہ اسمائے الٰہی کا ۹۹ میں حصر نہیں ہے، بلکہ ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ ان ۹۹ کا پڑھنا جنت میں داخلے کا اہم وسیلہ ہے، جبکہ بعض ارباب علم کے اقوال یہ بھی ہیں اسمائے الٰہی کا حصر ۹۹ ہی ہے اس میں اضافہ ناجائز ہے، جس پر مائۃ الا واحدۃ کی تصریح واضح دلیل ہے۔

پھر اس کے برخلاف ایسی روایات بھی ہیں کہ جن سے ۹۹ میں اسمائے الٰہی کا حصر مفہوم نہیں ہوتا بلکہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۹۹ سے کہیں زیادہ ہیں۔

پھر قرآن کریم میں مذکور افعال الٰہی سے اسماء کا اشتقاق بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ بعض افعال ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جن سے مشتق اسم اللہ رب العزۃ کی عظمت وجلال

کے خلاف ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمائے الٰہی وہی صحیح ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

پھر بات یہیں آ کر ٹھہرتی ہے کہ ان اسمائے حسنیٰ کی تعداد ۹۹ ہی ہے جن کو یاد کرنے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے، جس کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ اللہ کے نام ایک کم سو ہیں، اس سے ۹۹ کی تاکید مزید ہو جاتی ہے۔

اور عبدالرزاق الرضوانی کا یہ قول کہ اللہ کے بہت سے ایسے نام لوگوں کی زبان زد ہیں جو حقیقۃً اللہ کی صفات یا افعال ہیں، اسماء نہیں ہیں، اور اسلاف صالحین کی روش سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اسمائے الٰہی توقیفیہ ہیں جس میں عقلی اجتہاد کے ذریعہ اسکے اوصاف یا افعال سے اسماء مستنبط کرنا صحیح نہ ہوگا، لہذا اسمائے الٰہی کی توقیفیت اس امر کی متقاضی ہے کہ ان ۹۹ اسمائے الٰہیہ پر دلائل قرآنیہ موجود ہوں۔

اللہ رب العزۃ کی صفات وافعال بے شمار قرآن کریم میں مذکور ہیں، ان سے اشتقاق کرنے سے اسمائے الٰہی بے شمار ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اس قسم کے اسماء بعض کتب حدیث میں لکھے ہوئے بھی ہیں، لیکن علمائے حدیث نے جس روایت کی بنا پر پر یہ اسماء مشتق کئے گئے ہیں اس کو غیر ثابت اور ضعیف تسلیم کیا ہے، لہٰذا اس سے بھی صفات یا افعال سے اسماء کا اشتقاق صحت کو نہیں پہنچتا۔

ساتھ ہی یہ حقیقت بھی لائق ذکر ہے کہ ۹۹ اسماء الٰہیہ (بالاستیعاب) نہ قرآن کریم میں وارد ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث میں موجود ہیں۔

کتاب ہٰذا میں ان تمام سوالات پر انتہائی شافی وکافی مکمل ومدلل جوابات جمع فرمائے گئے ہیں، اورساتھ ہی مؤلف محترم مولانا محمد عمران صاحب مظاہری نے قرآن و حدیث سے ماخوذ ۹۹ اسمائے الٰہیہ بھی اس کتاب میں تحریر فرمادئے ہیں، کتاب کی علمیت، صحت اور پیش آمدہ سوالات کے جوابات کی مدللیت نے اس کتاب کی افادیت کو انتہائی وقیع، قابل قدر اور لائق شکر بنادیا ہے، جس کو پڑھ کر اسمائے حسنیٰ کے متعلق نہ صرف مسائل معلومہ کا علم صحیح ہی حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کے پرتاثیر فضائل کو پڑھنے کے بعد ان کو پڑھنے کی توفیق بھی ہونے لگتی ہے، حق تعالیٰ مؤلف محترم کے علم میں، اخلاص میں، اعمال میں، طاعات وعبادات میں بےحساب برکات ومقبولیت ارزانی فرمائے۔

امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ہر قاری اسمائے حسنیٰ پڑھنے کے لئے انشاء اللہ موفق بھی ہوگا، اورسب کی توفیقات کے اجروثواب میں انشاءاللہ مؤلف محترم عنداللہ شریک وسہیم بھی رہیں گے۔

وفقه الله لخدمة الإسلام والمسلمين فى المستقبل أهم و أكثر من ذى قبل۔ والله الموفق والمعين۔

(حضرت مولانا) محمد سالم (صاحب) قاسمی

۲۵ رشعبان ۱۴۳۴ھ ۵ رجولائی ۲۰۱۳ء یوم الجمعہ

حرف حق

مرشدی وسندی داعیِ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی حفظہ اللہ ورعاہ

و للہ الاسماء الحسنیٰ ۱

اللہ اللہ! اس حسن حقیقی اور محبوب ومعشوق نے کیسے پیارے الفاظ میں اس نادان دیوانے عاشق زار انسان کی نادانی پر چاہنے والی ماں کی طرح داد تحسین پیش کی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَاالْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَاوَحَمَلَهَاالْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا[الأحزاب : 72]

بے شک ہم نے امانت کوآسمان، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا، تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور خوف زدہ ہو گئے، اور انسان نے اسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظلوم وجہول ہے۔

وہ امانت عشق ومحبت کی تھی جس سے کائنات کی ہر چیز نے معذرت کی، مگر انسان نے اس کو اٹھالیا، عشق حقیقی اور محبت خداوندی کا بیج جس مبارک دل کی زمین میں پڑ کر برگ و بار لانے لگے اسے مومن کہتے ہیں، اس لئے لا الہ الا اللہ کے دعوے میں سب سے منھ موڑ کر صرف اس ایک کا ہو جانے کا دعوی کیا ہے، ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ [البقرة : 165]

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اس کا شریک بناتے ہیں اور ان سے اللہ کی محبت کی طرح محبت کرتے ہیں، اور جو ایمان والے ہیں سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اس حسن حقیقی کی محبت کا بیج جب کسی مرد مومن کے دل میں بویا جاتا ہے اور وہ ثمر آور ہوتا ہے تو پھر عجیب عجیب ثمرات دیکھنے میں آتے ہیں، وہ ذات ایسی ہے، جس کا عاشق خود حسن حقیقی کا مظہر بنتا جاتا ہے، بقول اقبال:

مجسم حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بتا اے دل کوئی ایسا حسیں بھی ہے حسینوں میں

یہ عشق حقیقی ایمان کی روح ہے اور جیسے جیسے یہ روح ایمانی، طاقت ور ہوتی جاتی ہے اور دل کی زمین میں اس کی جڑیں پھیلتی ہیں تو پھر یہ عاشق حقیقی حسن حقیقی کے کمالات کا مظہر بن جاتا ہے، محبت جیسے جیسے بڑھتی ہے تو محبوب کی ہر چیز سے تعلق بڑھتا ہے، عاشق کبھی محبوب کے جمال وکمال میں کھوتا ہے کبھی محبوب کے درو دیوار پر سر دھنتا ہے، کبھی محبوب کی صفات کے گن گاتا ہے، کبھی وارفتگی اور دیوانگی میں محبوب کے نام کو لکھتا ہے، اس کے ہزار ہزار معنی نکالتا ہے، اس کو محبت سے لکھتا ہے، بوسے دیتا ہے، پھر ایسا محبوب کہ جس کی ہر چیز میں حسن وکمال ہو، جس کے نام ''اسماء الحسنیٰ'' کہلائیں، ان کی تو بات ہی کیا ہے۔

اس محبوب کے حبیب کی نبوت کا اعجاز ہے کہ آپ کو جاہلیت کو قدموں کے نیچے روندنے کے لئے اقرأ کا پیغام دے کر بھیجا گیا، آپ کی نبوت کا اعجاز ہے کہ اس امت میں رہتی دنیا تک روز بروز علمی تحقیقات، نئی آن نئی شان میں دکھائی دیتی رہیں گی، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارثین اور نائبین نے کیسے کیسے علمی دریا بہائے، بحث وتحقیق کی

نئی نئی راہیں نکالیں، اور ایسے ایسے علمی فنون اور راہیں ایجاد کیں کہ محققین دانتوں تلے انگلی دباتے ہیں۔

وہ اپنے نبیِ معلم کی معجزانہ نبوت کے اظہار میں، ہر چیز کے لئے، کتنے کتنے رخوں سے غور کی راہیں کھولتے رہے اور قیامت تک یہ سلسلہ ذہبی چلتا رہے گا، محبوب حقیقی کے مبارک اور محبوب ناموں کے سلسلہ میں، جس کو خود حسن حقیقی نے اسماء الحسنیٰ کہا ہے، خود اپنے کلام میں اپنے حبیب سے محبوب پیرایہ میں اسکا ذکر کرایا ہے، اس دین حنیف کو قیامت تک تحریف سے بچانے کے لئے رب کریم نے علماء اسلام کو کھرے کھوٹے کی پرکھ، اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کی صلاحیت اور توفیق سے نوازا ہے، اس کو نبوت محمدی کا اعجاز ہی کہا جاسکتا ہے کہ ان مسائل پر جن کو دنیا کے لوگ معمولی سمجھ کر گذر جاتے ہیں، امت کے علماء نے ایسی تحقیقات کی ہیں کہ ان کو جمع کیا جائے تو کتب خانے تیار ہو جائیں، تو محبوب کے ناموں "اسماء الحسنیٰ" پر کیوں کام نہ ہوتا، ہوا ہے اور خوب ہوا ہے، مگر یہ علم تو ایک بحر بے کراں ہے، جو اس میں ذرا آگے بڑھا، یہ اقرار کرتا ہوا بڑھا کہ میں تو کچھ نہیں جانتا۔

اسے اعجاز نبوت کا تسلسل اور تواتر ہی کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے فاضل رفیق و دوست جناب مولانا عمران مظاہری نے محبوب حقیقی کے ان پیارے اور محبوب ناموں پر ایک علمی اور تحقیقی پیش کش عشاق کی خدمت میں پیش کر دی ہے، انھوں نے بڑی عرق ریزی سے ان اسماء کو جنھیں اسماء الحسنیٰ میں کب سے شمار کیا جاتا رہا ہے، متقدمین و متأخرین کی آراء اور علمی اصولوں کی بنیاد پر پرکھا، یہ حقیر اسکا اہل نہیں کہ ان کی اس تحقیق کو سند دے، اور

ضروری نہیں کہ ہر ذی علم کی تحقیق کو ان کی تحقیق سے شرح صدر ہو جائے، مگر ان کی اس تحقیق کو کوئی ذی علم ان شواہد کی بنیاد پر پرکھے گا تو اسے انکے اس جذبۂ تحقیق کی قدر کرنی پڑے گی، یہ حقیر سمجھتا ہے کہ یہ پیش کش جہاں ان کی علمی اور فکری توانائی کے لئے شاہد ہے وہیں یہ ان کے اس حسن حقیقی سے عشق وجذبۂ ایمانی کی آئینہ دار ہے، اللہم زد فزد۔

رب کریم کی رحمت سے امید ہے کہ مولانا موصوف کی یہ سعی، جواں علم جواں عزم لوگوں کے علم وتحقیق اور آگہی کی راہ میں حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہوگی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ تالیف خود مولانا محترم، ہم سبھی اور پوری امت کے لئے اسماء الحسنیٰ سے اپنے رب کی صفات کے ذریعہ اپنی ذات کی معرفت اور محبت کا ذریعہ بنائے۔

خاکپائے خدام دین

محمد کلیم صدیقی

پھلت ضلع مظفر نگر

۲۰ر صفر ۱۴۳۵ھ

۲۴ر دسمبر ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

حامداًومصلیا: امابعد!

برادر کبیر جناب الحاج قاری مزمل نوید صاحب مدظلہ ناظم اعلی دارالعلوم منہاج الدعوۃ الہیڑی، جواس حقیر کے ہر نیک کام کے محرک وراہنما ہیں، انہیں کا ایک درد اس کاوش کا موجب بنا، دارالعلوم منہاج الدعوۃ میں طلبا واساتذہ مختلف قسم کے وظائف کا ورد کرتے ہیں، اسی سلسلے میں ناظم صاحب نے یاددلایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (ترجمہ) اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں لہٰذا اس کو ان سے پکارا کرو، کے بموجب اسمائے حسنیٰ کے ورد کا معمول بنایا جائے، چنانچہ بعض کتابوں کے اندرونی سرورق پر جو نام کندہ ہیں ان کا ورد شروع کر دیا گیا، **ذوالجلال والاکرام اور مالک الملک، الضار، الممیت** جیسے ناموں سے دل میں ایک کھٹک سی پیدا ہوئی کہ اول الذکر دونوں نام مرکب ہیں ان ناموں سے کوئی عبد لگا کر نام رکھنا چاہے تو بڑی مشکل پیش آئے گی، جبکہ مولیٰ کی معبودیت کی شان یہ ہونی چاہئے کہ اس کی ہر صفت سے تخلق (یعنی عبد لگا کر اس سے کسی بندے کا نام رکھنا) کیا جا سکتا ہو، یہاں یہ بات حاصل نہیں، اللہ کے اسماء کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ بلا قید واقتران، مفرداً اپنے معنی بیان کرنے پر قادر ہوں، پھر اللہ کے تمام اسمائے حسنیٰ صفاتی ہیں لہٰذا ''ذو'' کا اضافہ کر کے ہر صفت سے ایک اور نیا اسم وجود میں آجائیگا، آخر الذکر اسماء کے اندر تحمید (تعریف کرنا، حمد بیان کرنا) کا پہلو نہیں ہے، گو

واقعاتی طور پر یہ درست ہے، مگر اس سے اسم نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ اسماء کے ساتھ جو حسنیٰ کی قید ہے یہ لفظ اس سے متصف نہیں، اور یہ کھٹک آخر بے چینی کی صورت اختیار کر گئی، اس حقیر نے اس سلسلے میں اپنے خدشات اور اشکالات حضرت ناظم صاحب مدظلہ کے سامنے رکھے تو انہوں نے بھی ان کی تائید کی، بس اس مختصر تحقیق کی یہی بنیاد ہے۔

جب اس راہ پر قدم رکھا اور مکتبۃ الشاملۃ الجدیدۃ کے ذریعہ کتب کی چھان بین کی تو اس سلسلے میں واقع اختلافات، اجتہادات وانکشافات کو دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی، اس میدان میں بڑے بڑے علماء وصلحاء محققین ومصنفین نظر آئے، ان کی موجودگی میں یہاں قدم رکھنا بے ادبی اور گستاخی معلوم ہوا، حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی حفظہ اللہ کے سامنے چند اوراق رکھے جو اس وقت تک وجود میں آئے تھے، حضرت نے کسی عالم سے رجوع کا مشورہ دیا، مگر اپنی بے مائیگی کی بنا پر نہ کسی عالم سے رجوع کی ہمت ہوئی اور نہ اس کام کو اور آگے بڑھانے کی۔

مطالعہ برابر جاری رہا، دل کی بے چینی بھی مستقل رہی، پھر دوران مطالعہ لفظ الستار کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ لفظ کہیں بھی اسمائے حسنیٰ میں داخل نہیں، یہاں تک کہ ان ناموں میں بھی اس کا کوئی وجود نہیں ہے جن کو علماء نے غیر ثابتہ کہا ہے، حالانکہ یہ نام بے حد مشہور ہے ہمارے کئی اساتذہ کا نام عبدالستار ہے، اس انکشاف سے تو اس بے کلی کو ہوا مل گئی، اور پھر اس تحقیق کو مکمل کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا، جب یہ کام کسی حد تک وجود میں آ گیا تو حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم وقف دیو بند کے سامنے اس کا مسودہ پیش کیا، حضرت خورد نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں، اسی کے ساتھ

ساتھ وہ مستند عالم وفقیہ اور محقق ہیں، حضرت نے بے حد دعاؤں سے نوازا اور اسفار کی کثرت اور طبیعت کی ناسازی کے باوجود کتاب کو پڑھا اور اپنی تحریر بھی عنایت فرمائی، جسے مقدمہ کے بطور شامل کتاب کیا گیا ہے۔

اسی دوران بہت سے دیگر احباب اور اہلِ علم حضرات کو بھی یہ تحریر دکھائی گئی، بعض نے حوصلہ افزائی کی، بعض نے بہت سراہا اور بعض الستار پر آ کر اٹک رہے، ان کی دلیل پنجم کلمہ استغفار میں ستار العیوب کا وجود ہے۔

ظاہر ہے کہ اسمائے الٰہی کے سلسلے میں اپنی رائے کو دخل ہے نہ اسلاف کی رائے کو بلکہ اسمائے حسنی کا معاملہ خالصتاً مدلل بالقرآن والسنۃ ہے، کوئی علم ہو یا عالم، معلم ہو یا متعلم، تحقیق ہو کہ محقق، غرض کوئی بھی ہو، کہیں بھی ہو، کیسا بھی ہو اور کسی بھی زمانے کا ہو اسی کسوٹی پر پرکھا جائے گا، اسی میزان میں تولا جائے گا، اسی روشنی میں دیکھا جائے گا، اسی معیار پر جانچا جائے گا، اسلام میں دوسرے کسی معیار کی نہ گنجائش تھی نہ آئندہ پیدا ہوگی، اس کتاب کا پورا مواد بھی اسی پیرائے میں دیکھا جائے، جہاں وہ اس معیار سے ہٹے مردود ہے، مطرود ہے، بکواس اور دیوانے کی بڑ ہے۔

وہ علماء کرام جنھوں نے اس سلسلے میں پہلے محنتیں کیں اور اسمائے حسنیٰ میں تحقیق وجستجو کی، انکی تشریحات بیان کیں، احادیث مبارکہ کی تطبیق وتاویلات بیان کی، انہیں کی شبینہ روز محنتیں ہیں جن سے آج تک استفادہ کیا جارہا ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ قیامت تک کیا جاتا رہے گا، کبار تبع تابعین میں شامل حضرت ولید ابن مسلم رحمہ اللہ جن کی جانب حدیث ترمذی منسوب ہے، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن حزمؒ، ابن القیمؒ وغیرہم تمام ہمارے

سرتاج اور محسن ہیں، جہاں ان حضرات کی رائے سے اختلاف کیا گیا ہے تو وہ خالصتاً علمی اور شرعی اصولوں کے تحت کیا گیا ہے۔

کتاب کو مکمل کر لینے کے بعد اس عاصی نے اس مسودے کو حضرت مولانا محمد سالم صاحب کے مقدمہ سمیت مکرر حضرت داعیِ اسلام کے حضور پیش کیا، اس بار حضرت نے تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی، اپنی گرانقدر تحریر عنایت فرمائی جو اس عاصی کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں بہت سے رفیقوں نے محنت کی ہے، تلاش و جستجو میں ہاتھ بٹایا ہے، یہ کتاب ان کی محنتوں کا ثمرہ ہے لہٰذا انکا تذکرہ نہ کرنا ناسپاسی ہوگی، برادر کبیر جناب قاری مزمل نوید صاحب جو اس کتاب کے اصل محرک بھی ہیں مصلح بھی، انھوں نے بار بار اس کو پڑھا بار بار ایڈیٹنگ کی، اور انتہائی وقیع اور کارآمد مشورے دیئے، بعض مواقع پر انھوں نے ایسی عقدہ کشائی کی کہ طبیعت عش عش کرنے لگی، جہاں حشو یا زوائد تھے ان کو نشان زد کیا، نہایت قیمتی سوالات بھی وہ بندے سے کرتے رہے، کتاب کی بعض بحثیں خالص انہیں سوالات کی رہین منت ہیں، عزیزم مولوی عبد الصمد ندوی سلمہ جنھوں نے اس کی عربی عبارات اور ان کے ترجمہ کی اصلاح کی، انہیں جب بھی اس کا مسودہ دیا فوراً اس پر کام کیا، اور بعض قیمتی باتیں بھی انھوں نے اس کتاب میں شامل کرائیں، اسی طرح عزیزم حافظ شاہ عالم سلمہ جنھوں نے بڑی تندہی کے ساتھ کتاب کی جدول میں پیش کردہ اسماء کے منتخبات و متروکات کو ان کے ماخذ کے مطابق کیا، محسن ورفیق حضرت مفتی محمد روشن صاحب جنھوں نے اس کمترین کی بروقت ہمت افزائی فرمائی

اور کتاب کی اشاعت کے لئے حوصلہ بھی بخشا، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب ندوی، رانچی، انھوں نے بھی کتاب کے متعلق اپنے قیمتی مشوروں سے اس کمترین کا بہترین ساتھ نبھایا، اللہ تعالیٰ جملہ معاونین ومحسنین کو بہترین اجر خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد عمران مظاہری

إدارة البحوث الإسلامية

دار العلوم منہاج الدعوۃ الہیڑی ۲۷؍رجب ۱۴۳۴ھ

عرض ناشر

(حضرت الحاج قاری مزمل نوید صاحب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام اس کائنات کا سب سے پہلا تعارف ہے، اسم اپنے مسمیٰ پر حقیقت کی طرح اثر انداز ہوتا ہے، نام اگر اچھا ہے تو اپنا ایک خوشگوار اثر مرتب کرتا ہے اور اگر نام برا ہے تو اپنے مسمیٰ کی حیثیت کو مجروح کئے بنا نہیں رہتا، اس لئے بد اندیش لوگ جہاں اپنے مقابل کے خلاف طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں، وہیں نام بگاڑ کر اپنے مخالفین کو زچ بھی کرتے ہیں، کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ کچھ ہمدرد اور مخلص لوگ اپنی نا اہلی اور کم علمی کی وجہ سے خود اپنی اولاد کے ایسے نام رکھ دیتے ہیں جو پوری زندگی کانٹے کی طرح چبھتے رہتے ہیں، چھجو، بخشو، بدھو، کھچیڑو جیسے نام آپکی سماعت سے ضرور ٹکرائے ہونگے، یہ انکے اپنوں اور ہمدردوں کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں، مذکورہ نام تو خیر دیہاتی پس منظر رکھتے ہیں، تاہم ایسے ناموں کی بھی کمی نہیں جنہیں رکھنے والے انتہائی جوش اور ولولے کے ساتھ بزعمِ خود علمی نام کے بطور رکھتے ہیں حالانکہ ان لفظوں پر نام ہونے کا قرینہ بھی نہیں ہوتا، مثلاً ایک لڑکی کا نام بہت سوچ سمجھ کر منتشا رکھ دیا گیا، اسی طرح اسران، ترمین، فرمین، شومین جیسے نام جو ناموں کی طرح لگتے ہیں لیکن کس زبان اور کس معاشرے کے ہیں یہ نام؟

ایسی بھی بہت سی مثالیں ہم دے سکتے ہیں کہ لوگوں نے ہمدردی اور محبت کی وجہ سے نام بگاڑ دیا مثلاً نزاکت کو بگاڑ کر نجّڑ اسی کی ماں نے کر دیا۔

اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں سے واقف ہے،اس لئے اس نے اپنے نام خود رکھے اوراعلان کردیا:وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ [الأعراف:180] کہ جولوگ اللہ کے ناموں میں الحاد سے کام لیتے ہیں ان کو چھوڑ دو!اور پھر جگہ جگہ قرآن میں ان ناموں کولکھ دیا، یا پھر اپنے نبی کی مبارک زبان سے ان کا اظہار کرادیا، لیکن ہم نے اپنی فطری کمزوری کی بنا پر یہاں بھی گندم میں جو ملا دیئے ، بڑے بڑے عظیم علماء کرام نے ادھر توجہ کی اور حقیقت سامنے رکھ دی،اس کے باوجود معاشرے میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے نام بھی رواج پا گئے جو کہیں منقول نہیں۔

اسی موضوع پر برادرِ عزیز مولانا عمران مظاہری کی زیرِ نظر تحقیق ہے ، جو ادارۃ البحوث الاسلامیہ کی جانب سے پہلی اشاعت ہے ، جو ہمارے لئے باعث مسرت اور ادارے کے لئے نیک فال ہے، کہ شروعات اللہ کے نام سے ہورہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قدم کو شرف قبولیت سے نوازے اور جملہ کارکنانِ ادارۃ البحوث الاسلامیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

مزمل نوید

ادارۃ البحوث الاسلامیہ دارالعلوم منہاج الدعوۃ

اسمائے حسنیٰ

ایک تحقیقی جائزہ

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ. مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ. بِسْمِ اللهِ الَّذِي لا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ العَلِيمُ والصلاةوالسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين. ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

امابعد!

اسمائے حسنیٰ کی فضیلت واہمیت

نام کائناتی حقیقت کا ایک مہتم بالشان جز ہے، اس کائنات میں کوئی جاندار و بے جان چیز ایسی نہیں جس کا کوئی نام نہ ہو، یہ نام اس کی ذات وصفات پر روشنی بھی ڈالتے ہیں اور اثر بھی، اسی لئے جب کسی کے یہاں ولادت ہوتی ہے تو ہر سنجیدہ اور باخبر انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بچہ کا نام ایسا رکھے جو نیکی، شرافت، محبت وایثار اور کامیابی کا ضامن وعلامت بن جائے۔

وہ اپنی کامیابیوں اور استعداد کے تمغے بھی اپنے سینے پر اس طرح چپکانا چاہتا ہے کہ دیکھنے والا دیکھتے ہی جان لے کہ اس شخص کی شخصیت کتنی ذہانت، فطانت اور محنت و مشقت سے عبارت ہے، چنانچہ قرآن کو اچھی طرح پڑھنا سیکھتا ہے تو قاری صاحب کہلانا پسند کرتا ہے، حفظ کر لیتا ہے تو حافظ صاحب کے نام سے خوش ہوتا ہے، وکالت پاس کرتا ہے تو وکیل صاحب کا خطاب چاہتا ہے، یہ تمام کاروائی اسی لئے ہے تا کہ معلوم

ہوجائے کہ وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے، جسے اس کے ماں باپ نے بنا کسی مجاہدے اور کامیابی کے ایک خوبصورت نام دیدیا ہو، بلکہ اس نے سخت مشقت اور جدوجہد کر کے بھی کچھ حاصل کیا ہے، جس کے نتیجہ میں اسے ان ناموں اور خطابات سے نوازا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان رفیع وارفع ہے جس میں گوناگوں خوبیاں ہیں جو تمام کی تمام تحمید وتقدیس کی مظہر ہیں، لہٰذا اسماء حسنیٰ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کو کہا جاتا ہے جو اس کی صفات عالیہ، ثنائیہ پر دلالت کرتے ہیں، وہ ذات پاک جیسی بابرکت ہے ویسے ہی اس کے یہ نام بھی محترم اور عظیم الشان ہیں، اپنی ضرورت میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اس سے دعا کرنے کے لئے ان ناموں کا سہارا لینے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے

:وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [الأعراف :180]

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، سوان سے اسے پکارا کرو اور ان لوگوں کے طریق کو ترک کردو جو اس کے ناموں میں بھی الحادوکفر سے کام لیتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى[الإسراء: 110]

آپ فرمادیں کہ اللہ پکارو یا رحمن پکارو، خواہ جس نام سے پکارو (بات ایک ہی ہے) اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى [الحشر : 24] وہ اللہ ہی ہے، پیدا کرنے والا، بنانے والا، شکل وصورت بخشنے والا، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

انسان کو قدم قدم پر اپنے رب کو پکارنے کی ضرورت پڑتی ہے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کام کرتے اور خالی بیٹھے، بیماری اور تندرستی میں، خوشی کا عالم ہو یا صدمہ کا، فراخی

ہو کہ تنگی، گھر میں ہو یا سفر میں، تجارت کر رہا ہو یا مزدوری، بہرکیف وہ اپنے رب کا نام لینا، اسکو یاد کرنا اور اسے اپنے ہر معاملے میں شریک کرنا چاہتا ہے، اس کی یہ خواہش فطری ہے، جب اسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ اس کو جگ جگ گانا اور دم دم بتانا چاہتا ہے اپنے قریبی لوگوں کو اس میں شریک کرنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے، جو شخص اس کے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے اتنا ہی جلدی وہ اس تک اپنی خوشی کی لہریں ارسال کرتا ہے، ساری دنیا اس کی اس خوشی کو دیکھ رہی ہو، مگر اسے اس پر قناعت نہیں، ایک جہاں اس کی کامرانیوں سے واقف ہو، مگر اسکو اطمینان نہیں، اس کو تو اس وقت تک قرار نہیں ملتا جب تک اس کی خوشی، کامیابی اور دریافت کی خبر اس کے ایک ایک عزیز کو نہیں پہنچ جاتی، اسی لئے قیامت کے دن جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں سونپا جائے گا تو وہ اسے اپنے لوگوں میں چمکانا چاہے گا، بتلاتا اور جتلاتا پھرے گا، ہانک لگائے گا، خوشی سے پھوٹا پڑے گا، اور پکار رہا ہوگا:

فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ [الحاقة :19] لوگو! ادھر تو آؤ، یہ میرا اعمال نامہ تو پڑھو!

اللہ تعالیٰ کو جاننے اور ماننے والے اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ان کے سب سے زیادہ قریب ان کا رب ہے، جیسا کہ ارشاد ربی ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [ق : 16] ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

چنانچہ فطری طور پر اس کی خواہش ہوتی ہے کہ سب سے پہلے اسی ہستی کو اس خوشی میں شریک کرے جو اسکے سب سے زیادہ قریب بھی ہے اور سب سے زیادہ محبوب بھی، کبھی الحمد للہ کہتا ہے، کبھی سبحان اللہ، اور کبھی کہتا ہے:

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ [الأحقاف : 15] اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرمایئے کہ میں آپ کا شکرادا کرتا رہوں ان نعمتوں پر جو آپنے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں، اور ایسے نیک کام کرتا رہوں جنسے آپ راضی ہوں، اور میری اولاد میں بھی میرے لئے نیکی پیدا فرما دیجئے، میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور آپ کی فرماں برداری کا اعلان کرتا ہوں۔

اسی طرح جب اس کو کوئی غم لاحق ہوتا ہے، کوئی صدمہ پہنچتا ہے، کسی تکلیف سے دوچار ہوتا ہے یا کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اسے ضرورت ہوتی ہے ایسے سہاروں کی جنہیں تھام کر وہ رو سکے، جن سے چمٹ کر وہ اپنی بپتا سنا سکے، جن سے وہ امداد کا طالب ہو، جن کی یاد اس کے دل میں امید کی کرن چمکا دے، جن سے فریاد اسے ڈھارس بندھا دے، جو اس کے پژمردہ دل میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دے، بلا شبہ جب انسان کو یہ ضرورت پیش آتی ہے تب بھی وہی رحیم وشفیق رب، قوت وطاقت کے سرچشموں کا خالق، قدرت وتصرف اور تمام اختیارات کا مالک سب سے پہلے، بلا تاخیر، یہ کہتا ہوا اپنے اس مغموم بندے کے دل پر شفقت کا ہاتھ رکھتا ہے:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ [النمل:62]

بھلا میرے بے قرار بندے کی آہ میرے علاوہ کون سنتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے؟ اور کون اس کا دکھ دور کرتا ہے؟ اور تم کو صاحب تصرف کون بناتا ہے؟ اللہ کے ساتھ اور معبود تھوڑی ہے؟ تم یاد ہی کم کرتے ہو!

انسان الگ الگ کیفیات سے گذرتا ہے،طرح طرح کے حالات سے اسے سابقہ پڑتا ہے،اس لئے اسے ایک ایسے نام اور ایسے سہارے کی بھی ضرورت ہے جسے وہ فوری طور پر ہر قسم کے حالات اور کیفیات میں پکار سکے،لہٰذا اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسم ذات یعنی لفظ ''اللہ'' کو منتخب کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن وحدیث میں مختلف احوال کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارا گیا ہے،

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (9) دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ [یونس:9، 10]

''جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے، ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا رب انہیں نعمتوں سے لبریز جنت میں پہنچادے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان کے منہ سے نکلے گا، اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے''

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ [یونس:22]

وہی تو چلاتا ہے تم کو زمین پر اور دریا میں، حتی کہ کبھی تم کشتی میں ہوتے ہو، تو جب ہوائیں لوگوں کو موافق سمت میں لے کر چلتی ہیں اور لوگ خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں کہ اچانک مخالف اور طوفانی ہوا کے جھکڑ چلنے لگتے ہیں اور لہریں جگہ جگہ سے ان پر اٹھ آتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب تو پھنس گئے، اس وقت سب پوری عقیدت کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ [البقرة:156]

ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی آفت آتی ہے تو یہی کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کے پاس جانے والے ہیں۔

قرآن وحدیث میں اس لفظ کے ساتھ متعدد مواقع پر اللہ کو پکارنے کی بہتیری مثالیں مل جائینگی۔

پھر انسان کی وہ خاص کیفیت ہے جس کے تحت وہ اپنے رب کی ایسی تعریفات بیان کرنے کے حال میں ہوتا ہے جو اس کی ضرورت سے مناسبت رکھتی ہیں، مثلا کوئی گناہ سرزد ہو گیا، بندہ اس سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ''التوّاب'' سے اسے پکارے گا، وہ رزق کی تنگی سے پریشان ہے تو اپنے رب کی شان رزاقی کا واسطہ دیگا اور ''الرزاق'' کا ورد کرے گا، ایک مفلس ونادار اپنے رب سے فراخی طلب کرنا چاہے گا، تو اس کے غنی ہونے کی دہائی دیگا، وعلی ہذا القیاس۔

انسان فطری طور پر ہر تکلیف سے حفاظت کا خواہش مند ہوتا ہے چاہے وہ دنیاوی ہو یا اخروی، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی گزند اسے نہ پہنچے، اس کی طرف جو بھی مصیبت آئے، منہ کی کھائے۔

اس کی اس ضرورت کو بھی اللہ کے نام کا سہارا ہے، حدیث شریف میں ہے:

عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ عَفَّانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُصْبِحَ وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ. سنن أبی داود - (282/13)

''حضرت عثمان ابن عفان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ فرمارہے تھے جو بندہ تین مرتبہ یہ دعا (شام کو) پڑھے'' (ترجمہ) اس اللہ کے نام سے جس کے نام کا ساتھ ہوتے ہوئے کوئی چیز نہ زمین میں نقصان دینے والی ہے نہ آسمان میں اور وہ سننے والا بھی ہے

اور جاننے والا بھی''، صبح تک کوئی نا گہانی مصیبت اس کو چھو نہیں سکتی، اور جو صبح کو تین بار پڑھ لے تو شام تک کوئی آفت نہیں آ سکتی''

پروٹکشن کا یہ زبردست اور ناقابلِ تسخیر نظام انہیں اسمائے حسنیٰ کی برکت سے ہے، ادھر ادھر بھٹکنے، تعویذ پینے، گنڈے باندھنے اور فلیتے جلانے کی حاجت نہیں، اللہ تعالیٰ کے اسماء کی دہائی کا یہ حصار بنایئے اور بے فکرو بے نیاز ہو جایئے، اب کوئی ''اوپرا'' نہیں جو آپ کی طرف آنکھ اٹھا سکے، کوئی مصیبت نہیں جو قدم بڑھائے، کوئی آندھی نہیں جو آپ کو ہلا دے۔

اور یہ حفاظت صرف جادو ٹونے اور ہمزاد و جنات جیسے غیر مرئی مصائب سے ہی نہیں ہے بلکہ جسمانی اور ظاہری بیماریوں کو بھی پوری طرح شامل ہے، چنانچہ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فالج کے شکار ہو گئے، ان کے ایک شاگرد جنھوں نے اس روایت کو ان سے سنا تھا، انہیں جواب طلب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، حضرت ابان سمجھ گئے کہ حدیث کے بارے میں استفسار کرنا چاہتے ہیں، فرمانے لگے، سنو نوجوان! نہ تو میں نے حضرت عثمان کی طرف جھوٹ منسوب کیا اور نہ ہی حضرت عثمان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کذب گھڑا، بلکہ بات یہ ہوئی کہ آج مجھے کسی وجہ سے غصہ آ گیا تھا جس کی وجہ سے میں اس دعا کو پڑھنا بھول گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا جسمانی مصیبتوں سے بھی حفاظت کرتی ہے، چنانچہ ثابت ہوا کہ اسمائے حسنیٰ انسان کی اہم ضروریات میں سے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ان ناموں کے ساتھ پکارنے کا حکم دیا گیا ہے، گویا دعا کی قبولیت کا باعث ہیں، اسمائے حسنیٰ کا احصاء کرنے والے کو جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (متفق)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے پورے ایک کم سونام ہیں جوان کو یاد کرے جنت میں جائے۔

احصاء کا مطلب

احصاء کے اصل معنی گھیرنے اور پکڑ بنا لینے کے ہیں علماء نے اصطلاحاً اس کے متعدد معنی بیان کئے ہیں اکثر علماء نے احصاء کے معنی حفظہا (حفظ کرنا یاد کرنا) اختیار کئے ہیں بخاری و مسلم شریف کی ایک روایت میں احصاہا کے بجائے حفظہا اس معنی کو تقویت دیتا ہے، امام بخاری کہتے ہیں "**احصیناه حفظناه**" یہاں احصاء یاد کرنے کے معنی میں ہے، یہ بھی حفظ کا مترادف معنی ہے، امام خطابیؒ اپنی کتاب شان الدعا صفحہ ۲۶/ ۳۰ اور زجاجؒ نے تفسیر اسماء اللہ الحسنیٰ صفحہ ۴۵ میں کافی اقوال جمع کردئے ہیں ان کے حوالے سے یہاں بیان کئے جارہے ہیں۔

۱۔احصاء سے مراد یہ ہے کہ اسماء حسنی کو گنتا رہے (ورد کرتا رہے) یہاں تک کہ وہ حفظ ہوجائیں، پھر اللہ تعالیٰ کو ان کے ذریعے ہی پکارے۔

اس قول کو امام خطابیؒ اور امام نوویؒ وغیرہم نے اختیار کیا ہے، ان کا استدلال حدیث کی دوسری روایت ہے، جس میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے:

مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (متفق عَلَيْهِ و اللفظ للمسلم)

ان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث بالکل صریح ہے کہ احصاء کے معنی حفظ کے ہیں۔

۱۔شان الدعا ۲۶، الأذکار للنووی ۸۵، شرح مسلم ۱۷/ ۵

۲۔ احصاء کا مطلب الإطاقه ہے، یعنی ان کے استنباط واستخراج اور شمار وانتخاب کی حتی الوسع کوشش کرنا جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

علم أن لن تحصوه (مزمل ۹) ای لن تطیقوه (طبری)

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم (پورے قرآن کو) ضبط نہ کرسکو گے۔

طبریؒ نے یہاں احصاء کے معنی طاقت ودسترس کے بیان کئے ہیں لہٰذا احصاء سے مراد بھی یہی ہوگا کہ بساط بھر کوشش کرے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

واستقیموا ولن تحصوه، مداومت اختیار کرو، گرچہ تم کر نہ سکو گے،

(ابن ماجه کتاب الطهارة باب المحافظة علی الوضوء، ح۲۷۷، مسند احمد ۲۸۲، الدارمی، ماجاء فی الطهور (۱/۱۶۸) جامع الأصول (۹/۳۹۵)

أی لن تطیقوه وتبلغوا کل الإستقامة 'والمعنی: أن یطیق العبد الأسماء الحسنیٰ، ویحسن المراعاة لها، وأن یعمل بمقتضائها، فإذا قال (السمیع، البصیر) علم أن الله یسمع ویراه وأنه لاتخفی علیه خافیة، فیخافه فی سره وعلنه ویراقبه فی کافة أحواله. (اسماء الله الحسنیٰ ص ۱۱۶ للغصن)

یہاں پر بھی احصاء سے مراد قوت وقدرت ہی ہے، کہ گرچہ تم کو ہرگز قدرت نہیں کامل استقامت حاصل کرنے کی (مگر کوشش ضروری ہے) تو اس طرح احصاء کے معنی ہونگے کہ بندہ اسمائے حسنیٰ کو حاصل کرے، ان کو اچھی طرح یاد کرے، اور ان کے مقتضی پر عمل کرے، چنانچہ جب سمیع اور بصیر کہے تو یقین بھی کرے کہ وہ مالک اس کو دیکھتا اور سنتا ہے، اور اس سے کوئی پوشیدہ ترین چیز بھی مخفی نہیں، لہٰذا اس سے ڈرے خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی اور اپنے تمام حالات میں رب کریم کا استحضار رکھے۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ احصاء کا مطلب یہ ہے کہ دعا میں ایک آدھ نام پر اکتفا نہ کرے بلکہ تمام اسماء کولیکر دعا کیا کرے۔(فتح الباری ۱۱/۲۲۶)

بعض علماء نے احصاء کو بمعنی استخرج لیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے ان ناموں کا استخراج مراد ہے،(المحلی لإبن حزم ۱/۳۰م ش)

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد عمل ہے یعنی جب کوئی اللہ تعالیٰ کو اسمائے حسنیٰ سے پکارے تو اس نام کے بموجب اس کی شان کا استحضار و یقین بھی رکھے مثلاً الرزاق پکارے تو اس کی شان رزاقی پر اعتماد بھی کرے، اور ایسے افعال سے باز آجائے جو اس یقین واعتماد کے منافی ہوں۔(حوالہ بالا)

ایک قول یہ ہے کہ یہ تینوں ہی معنی مراد ہیں یعنی قرآن وحدیث سے ان کے استخراج کی بھی کوشش کرے (جیسے شب قدر کی تلاش میں کوشش کرتا ہے) ان کو یاد بھی کرے، ان پر عمل بھی کرے (إن للہ تسعۃ وتسعون أسماء للبیہقی م ش)

یہ معنی بھی بتائے گئے ہیں کہ ان کی معرفت حاصل کرے یعنی اچھی طرح ان کے معانی و مقتضی پر غور کرے، یہ قول امام قرطبیؒ کا ہے۔

اسمائے حسنیٰ کی تعداد

اسمائے حسنیٰ کی تعداد کے سلسلے میں دو اختلافات ہیں پہلا یہ کہ حدیث میں جو تعداد آئی ہے لفظ اللہ اس عدد (۹۹) میں داخل ہے یا نہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام الگ سے ہیں تو پھر ان کی کل تعداد سو ہو جائے گی، ایک نام ان میں ذاتی کہلائے گا اور ننانوے نام صفاتی کہلائیں گے، اور اگر لفظ اللہ کو اس عدد میں شامل مانا جائے تو پھر ذاتی

اور صفاتی کی تقسیم کی ضرورت نہ ہوگی اور اسمائے حسنیٰ کی تعداد ننانوے ہوگی ، قرینے دونوں طرح کے ہیں اور حدیث سے دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

عن أبی هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: إنّ لله تسعة و تسعين اسماً مأة الا واحداً من أحصاها دخل الجنة" (بخاری م ش)

اللہ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو شمار کرلیا، وہ جنت میں داخل ہوا۔

قاضی سلیمان صاحبؒ فرماتے ہیں:

للہ کے فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ اسم پاک ''اللہ'' کے سوا۹۹ نام اور ہیں جو اسی اسم ذات کی طرف مضاف ہیں ، بایں معنی یہ قرین قیاس ہے کہ ۹۹ کا شمار اسم اللہ کے علاوہ ہو اور یہ اسم اپنی شمولیت کے بعد شمار کو پورا سو بنا دیتا ہو، یہی معنی راجح ہیں (معارف الاسماء ۷ ۴)

لیکن بخاری شریف میں ہی یہ حدیث بواسطہ اعرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے:

حدثنا علی بن عبدالله حدثنا سفيان قال حفظناه من أبی الزناد عن الأعرج عن أبی هريرة رضي الله عنه رواية قال (لله عزوجل تسعة و تسعون اسماً مأة الا واحداً من حفظها دخل الجنة" إن الله وترٌ يحب الوتر (بخاری كتاب الدعوات م ش)

ہم سے علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اور کہا کہ ہم نے ابو الزناد سے انہوں نے اعرج سے انہوں نے ابو ہریرہ سے یاد کیا کہ ابو ہریرہؓ روایت کرتے تھے ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو حفظ کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ طاق ہے، طاق کو پسند کرتا ہے۔

تب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اسم ذات ہے، اور واحد ہے لہٰذا یہ بھی طاق ہے، اور اسمائے حسنیٰ جن کی تعداد ۹۹ ہے وہ الگ سے ایک طاق عدد ہے۔

مثلاً اگر کہا جائے کہ زید کے پانچ بیٹے ہیں تو پانچ کا عدد زید کے سوا ہوگا اور زید اس عدد میں شامل نہ ہوگا، اسی طرح لفظ اللہ تسعۃ وتسعون میں شامل نہیں۔

یہاں ذہن میں ایک سوال اور آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِادْعُوْاالرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوْافَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنىٰ (إسراء ۱۱۰)

فرمادیجئے کہ اللہ کہہ کے پکارا کرو یا رحمن کہہ کے، (ان دونوں میں سے) کوئی بھی نام لو، ایک ہی بات ہے، اس کے نام اچھے اچھے ہیں۔

کا کیا مطلب ہوگا؟ یہاں صفاتی نام الرحمن ذاتی نام اللہ کے مترادف معنی کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ناموں میں ذاتی اور صفاتی کی تقسیم نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں معنی کے اعتبار سے مترادف قرار دینا منظور ومطلوب نہیں ہے، بلکہ کفار مکہ کے ان شکوک کو پسپا کرنا مقصود ہے جو وہ رحمن کے سلسلے میں کرتے تھے کہ اللہ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن رحمن کون ہے؟ اس کو ہم نہیں جانتے، بعض اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صفت کے منکر تھے، ایک دن ایک شخص نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے یا رحمن یا رحیم سنا تو کہنے لگا کہ یہ کیسے توحید پرست ہیں دو معبودوں کو پکار رہے ہیں وغیرہ، (ابن کثیر ۴/۴۶۰)

تو ان کو بتلا دیا گیا کہ اللہ اور رحمن دونوں لفظ ایک ہی ذات بابرکت پر دلالت کرتے ہیں، دونوں میں کوئی مغائرت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ننانوے کا عدد

دوسری بحث یہ ہے کہ تعداد جو مذکور ہوئی، یعنی ننانوے، (۹۹) وہ بطور حصر کے ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب اللہ تعالیٰ کے ناموں کا احصاء کرنا نہیں، بلکہ یہ حدیث محض ننانوے ناموں کو یاد کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے، چنانچہ ابومحمود عبدالرزاق الرضوانی مصنف ''اسماء اللہ الحسنیٰ'' کہتے ہیں:

اما الحديث الذى رواه الشيخان عن أبى هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: إنّ لله تسعة وتسعين اسماً مأة الا واحداً من أحصاها دخل الجنة''

فلا يدل علىٰ حصر الأسماء بهذا العدد ولو كان المراد الحصر لكانت العبارة إنّ اسماء الله تسعة وتسعون اسمًا۔۔۔۔۔أو نحو ذالك، فمعنى الحديث إنّ هذا العدد من شأنه أن من أحصاه دخل الجنة، ونظير هذا أن تقول عندى مئة درهم أعددتها للصدقة فإنه لا يمنع أن يكون عندك دراهم أخرىٰ لم تعد للصدقة (الخ) (اسماء الله الحسنىٰ ۱۳/۲۹ م ش)

جو حدیث حضرت ابوہریرہ سے شیخین نے نقل کی ہے اس کا منشا ننانوے کے عدد میں اسمائے الٰہی کا احصاء کرنا نہیں، اگر ایسا ہوتا تو اس کی عبارت یوں ہوتی، (یعنی عبارت میں اللہ پر لام نہ داخل کیا جاتا بلکہ اضافت کے ساتھ ذکر کیا جاتا اس کے معنی ہونگے ''اللہ کے نام ننانوے ہیں وغیرہ) بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ جو شخص ان ننانوے ناموں کو یاد کرلے گا جنت میں جائیگا، اس کی مثال اس طرح سمجھنی چاہئے جیسے آپ کہیں کہ میرے پاس سو درہم ہیں جو میں نے صدقہ کے لئے گن کر رکھے ہیں، تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے پاس اور درہم نہ ہوں، بلکہ درہم تو آپ کے پاس اور بھی ہوسکتے ہیں مگر وہ صدقے کے لئے نہیں۔

اور نووی ؒ مسلم کی شرح میں کہتے ہیں کہ علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس حدیث سے ناموں کا احصاء ہرگز مراد نہیں ہے۔

تو اردو میں اس حدیث کا ترجمہ اس طرح ہوگا ''اللہ تعالیٰ کے ننا وے نام ایسے ہیں کہ جو ان کو یاد کرلے گا جنت میں جائے گا۔

لیکن خود اس میں نظر ہے پہلی بات تو یہی ہے کہ اس قول پر علماء کا اتفاق نقل کرنا غلط ہے، ہم آگے چل کر علماء کی ایسی آرا بھی نقل کرینگے جو اس کے برخلاف ہیں اور جو اللہ کے ناموں کو اس عدد سے متجاوز ماننے کو نا جائز قرار دیتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اس صورت میں لفظ تسعۃ وتسعین ،فرما دینا ہی کافی تھا، اور مأۃ الا واحدۃ کی تصریح غیر ضروری معلوم ہوتی ہے، یہ تصریح اس قرینے کو تقویت دیتی ہے کہ ننا نوے کے اس عدد میں کمی زیادتی کی گنجائش نہ ہو، جو علماء اس کو احصاء کے لئے نہیں مانتے ان کا مستدل یہ حدیث ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماقال عبدٌ قطّ إذا أصابهٗ همّ و حزن اللهم إنيّ عبدک و ابن عبدک و ابن أمتک ناصيتی بيدک ماضٍ فيّ حکمُک عدل فی قضاؤ ک أسئلک بکل اسم هو لک سميت به نفسک أو أنزلته فی کتا بک أو علّمته أحداً من خلقک أو استأثرت به فی علمِ الغيب عندک أن تجعل القرآن ربيع قلبی و نور صدری وجِلاء حزنی وذهاب همی إلا اذهب الله عز وجل همه وأبدله مکان حزنه فرحاً قالوا يا رسول الله ينبغی لنا أن نتعلم هٰؤُلاء الکلمات ؟ قال أجل ينبغی لمن سمعهن أن يتعلمهن (مسند احمد ۸/۶۳ م ش)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی بندہ رنج والم کے وقت یہ کلمات کہہ لے اللھم انی الخ (اے اللہ میرے میں آپکا بندہ ہوں آپکے بندے اور بندی کی اولاد ہوں میری پیشانی آپ کے قبضے میں ہے آپ کا حکم میرے اندر جاری ہے، میرے لئے آپکا ہر فیصلہ عدل پر مبنی ہے، میں آپ سے سوال کرتا ہوں ہر اس نام کے ساتھ جو آپ نے اپنے لئے اختیار فرمایا، یا جو آپنے اپنی کتاب میں نازل کیا، یا جو آپ نے اپنی مخلوق میں کسی کو سکھایا، یا جو آپ نے پردۂ غیب میں محفوظ اور پوشیدہ رکھا، کہ قرآن کریم کو میرے دل کا چین، میرے سینے کا نور، میرے الم کو دور کرنے والا، اور میرے دکھ کو میٹنے والا بنادے) تو اللہ تعالیٰ اس کے دکھ کو دور کردیتا ہے اور اس کے غم کو خوشی میں بدل دیتا ہے، صحابہ نے کہا، آقا! کیا ہم یہ کلمات یاد کرلیں؟ فرمایا، کیوں نہیں! ہر وہ آدمی جو ان کلمات کو سنے انہیں یاد کرلے۔

اس حدیث کی بنیاد پر بعض علماء کہتے ہیں کہ اسمائے حسنیٰ کو لا یحاط ولا یحصیٰ ہونا چاہئے، لیکن جن علماء نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہرگز اس حدیث کے معارض نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں جن لا یحصیٰ ناموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایسے اسماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پردۂ علمِ غیب میں ہیں جبکہ یاد کرنے کی ترغیب دینے والی حدیث میں جن ناموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ نام وہ ہیں جو نبی کو علم دئے گئے یا قرآن کریم میں نازل کئے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہاں ان ہی ناموں کا احصاء مراد ہوگا جہاں تک اللہ کے پردۂ علمِ غیب کا تعلق ہے تو وہ تو یقیناً نا قابلِ احصاء واحاطہ ہے، یہی تطبیق اور رائے زیادہ وزنی اور قابلِ اعتماد معلوم ہوتی ہے، قاضی صاحبؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ نام لا یحصی ولا یحاط (لاتعداد و بے شمار، نا قابل احاطہ) ہیں۔

عظمت سے خارج

یہاں یہ بات بہت اہم ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں اس روش کو جائز قرار دیدیں کہ اللہ تعالیٰ جس فعل کو بھی کریں اسی سے اس کا ایک نام مستنبط کرلیں،تو پھر اسماء کے سلسلے میں باری تعالیٰ کی خصوصیت کالعدم ہوجائے گی، جب خصوصیت باقی نہ رہے گی تو عظمت بھی مجروح ہوگی، کیونکہ افعال کے ساتھ تو ہر انسان کے ناموں کو لاتعداد و لا احصا کہا جاسکتا ہے، مثلاً ایک شخص کا نام زید ہے، وہ کھانا کھاتا ہے، آپ اس کا نام رکھدیں، آکل، پانی پیتا ہے تو نام رکھدیں، شارب، اس زید کپڑے پہنتا ہے تو ملبوس، بولتا ہے تو ناطق، ضاحک، ضامن، شفیع، حکیم، مرید، مریض، رجیع، مسافر، وغیرہ نام رکھتے چلے جاسکتے ہیں، ایک معمولی انسان کے نام بھی اگر اس کے تمام افعال واعمال کے حساب سے رکھے جائیں تو وہ بھی لاتعداد ولا احصاء ہونگے ، اور جب ایسا ہے تو پھر کیونکر یہ خصوصیت باری تعالیٰ کے ساتھ آپ خاص کریں گے؟ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہناموں کی زیادتی شخصیت کی عظمت پر دلالت کرتی ہے؟ بلکہ اس طرح تو زید کے بہت سے ایسے نام بھی آپ رکھ چھوڑیں گے کہ جن سے زید کی شخصیت کا الٹا استخفاف ہوگا، اور جب اس کو معلوم ہوگا کہ آپ نے ''بائل'' رکھ دیا ہے، تو زید کو اچھا نہیں لگے گا، حالانکہ اس کا نام آپ نے اس لئے رکھا ہے کہ ہر دن کئی کئی بار پیشاب کرتا ہے، جس سے وہ انکار نہیں کر سکتا، آپ اس کی دلیل بھی رکھتے ہیں، گواہ بھی، اور خود زید کا اقرار بھی، پھر آپ اللہ کیلئے ہر فعل یا صفت سے نام بنادینے کی جرأت آخر کس بنا پر کرسکتے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں صاف صاف فرمایا گیا کہ ننانوے ہیں پورے ایک کم سو تو پھر حدیث کو ظاہر

الفاظ سے ہٹا کر اس کی توجیہات بیان کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ کیا ان توجیہات کے بعد اس حدیث کی صراحت مفقود نہیں ہو کر نہیں رہ گئی ہے؟

تسعۃ وتسعین کی توجیہات کیوں؟

چونکہ اسمائے الٰہی کے سلسلے میں استدراج (اپنی رائے سے نام اختیار کر کے حدیث میں درج کر دینا) و اشتقاق (افعال اور صفات سے فاعل اور موصوف کا صیغہ بنالینا) سے بھی کام لیا گیا تو اس صورت میں ضروری قرار پایا کہ ان ناموں کو لا تعداد مانا جائے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یحیی ویمیت (حدید ۲)

اللہ تعالیٰ مارتا اور جلاتا ہے

تو اس سے دو نام مشتق ہو گئے ''محیی اور ممیت۔

شَدِیْدُ الْعِقَابِ (بقرہ ۹۶) شَدِیْدُ الْمِحَالَ (رعد ۱۲)

سخت سزا دینے والا سخت قوت والا

اس سے شدید کو داخل اسماء کر لیا گیا۔

واللہ عزیز ذوانتقام (آل عمران ۳) سے المنتقم اور ذوانتقام ،ذی الطول (غافر ۲) سے ذوالطول اور اسی طرح ذوالرحمۃ ، ذوالجلال والاکرام، وغیرہ نام مشتق کئے گئے ، اب اگر اس روش کو درست مانا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جن قوتوں ، قدرتوں اور افعال کا ذکر قرآن میں کیا ہے ان سب سے اس کے نام بلا قید واصول ضبط کئے جائیں تو ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے ، اس صورت میں یہی ایک چارہ باقی بچتا ہے کہ اللہ کے ناموں کو لا یحاط ولا یحصی قرار دیا جائے ، اور حدیث کی تاویل کر لی جائے۔

لیکن لسانیات وعمرانیات کے اصول وضوابط، تجربات وشواہد اور دستور و روایات اس رجحان کی نفی کرتے ہیں اور اس کو قبول نہیں کر سکتے، مثال کے طور پر ایک صاحب حافظ قرآن ہیں، وکالت کرتے ہیں، طبیب بھی ہیں، درس وتدریس کا بھی مشغلہ ہے، اسی کے ساتھ دوسرے کام بھی وہ کرتے ہی ہیں، اپنے کمرے میں صفائی کر لیتے ہیں، اپنے کپڑے بھی دھوتے ہیں، ضرورت کے وقت بازار سے لکڑی بھی لے آتے ہیں وغیرہ، اب اگر ان کو آپ حافظ کہتے ہیں تو یہ بھی ان کے شایان شان ہے، اور اس سے ان کو خوشی ہوتی ہے، کوئی ان کو وکیل صاحب کہہ کے پکارتا ہے، یہ بھی ان کے وقار کے منافی نہیں، انہیں حکیم صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تو بھی انہیں اچھا لگتا ہے، لیکن کوئی ان کو خاکروب کہنے لگے تو سچ ہونے کے باوجود یہ خطاب درست نہیں، کوئی انہیں کپڑے دھونے کی وجہ سے دھوبی کا نام دے، تو یہ بھی ان کو برا لگے گا، کوئی ان کا نام حطّاب (لکڑہارا) رکھ دے یہ بھی دستور وتہذیب کے خلاف ہے، اسی طرح اس کے دوسرے افعال ہیں جن کو وہ انجام دیتا ہے، ان میں بہت سے کام باعزت بھی ہو سکتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی ہر کام سے اس کے لئے نام ثابت کر دینا غیر ضروری اور نازیبا ہے، لہٰذا افعال وصفات سے اسمائے حسنیٰ کا مطلقاً اشتقاق واستنباط کرنا درست نہیں، چنانچہ ابنِ حزمؒ کہتے ہیں:

" فصح انه لا يحل لأحد أن يسمى الله إلا بما سمى به نفسه وصح أن اسمائه لا تزيد علىٰ تسعة و تسعين شيئاً لقوله عليه السلام مأةً إلا واحدة فنفى الزيادة وأبطلها (المحلى ۱/۲۸ م ش)

درست بات یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کا ایسا نام رکھے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لئے اختیار نہ کیا ہو اور یہ بھی کہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ننانوے سے زائد قرار دیئے جائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی بنا پر کہ پورے ایک کم سو ہیں یہ قول زیادتی کی نفی اور بطلان کرتا ہے ۔

علماء کرام کے اقوال واختلافات اپنی جگہ، ان کا موقف اور اس پر دلائل سر آنکھوں پر، حدیث سے احصاء مراد لیں یا اس رائے کو مانیں کہ اسمائے حسنی کی تعداد لاتحصی ہے بہر صورت یہ تو طے ہے کہ ان اسماء کی تعداد لازمی طور پر ننانوے ہی ہے جن کو یاد کرنے پر جنت کی بشارت ہے، حدیث کی توجیہ کرنے والے علماء کرام بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اسماء جن کے یاد کرنے کی ترغیب ہے ننانوے ہی ہے، تو اب بات صاف ہوگئی کہ حدیث میں وارد عدد جس پر بشارت ہے، اس کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں رہا، کہ وہ ہر حال میں ۹۹ ہی ہے۔

اسماء کا معاملہ اجتہادی نہیں

اس بات کو تمام علماء تسلیم کرتے ہیں کہ اسمائے الٰہی کا معاملہ توقیفیہ یعنی قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہے نہ کہ اجتہادی۔

ولا يحل لأحد أن يسمى الله عز وجل بغير ما سمى أن يصفيه بغير ما أخبر به تعالىٰ عن نفسه وقال عز وجل (ولله الاسماء الحسنىٰ فادعوه بها وذرو الذين يلحدون فى اسمائه سيجزون ما كانوا يعملون }فمنع تعالىٰ أن يسمى إلا بأسمائه الحسنىٰ وأخبر أن من سماه بغيرها فقد ألحد ★(المحلى لإبن حزم رحمة الله عليه ١/٩ ٢م ش)

کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا نام اختیار کرے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص نہ کیا ہو اور خود اس کی خبر نہ دی ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وللہ الاسماء الخ: یعنی اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، اسے انہیں کے ذریعے پکارا کرو اور ان لوگوں کے طریقے کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے سلسلے میں کفر و الحاد سے کام لیتے ہیں) پس اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پابندی لگا دی ہے کہ اسے نہ پکارا جائے مگر اسمائے حسنیٰ کے ذریعے، اور طے فرما دیا کہ کہ جس شخص نے اس کا ایسا نام لیا جو خود اس نے اختیار نہیں کیا، تو اس نے الحاد کیا۔

اسمائے حسنیٰ میں اسماء کے صرف معانی ہی نہیں دیکھے جائیں گے کہ وہ صحیح ہیں یا غیر صحیح اور محض یہ بھی نہیں دیکھا جائے گا کہ اس سے رب ذوالجلال کی تعریف ہو رہی ہے یا نہیں، بلکہ سب سے پہلے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ مختار نام قرآن وسنت سے ثابت بھی ہے یا نہیں، اور ثابت ہونے سے ہماری مراد اس نام کے مادہ کا قرآن یا حدیث میں موجود ہونا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ نام جیسا لیا جا رہا ہے جوں کا توں قرآن وحدیث میں نازل و وارد بھی ہو۔

افعال سے اسماء بنانا

بعض اسماء ایسے بھی ہیں جن کو ان افعال سے مشتق کر کے بنایا گیا ہے جو قرآن کریم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ثابت ہیں، مثلاً

یبدئ ویعید (بروج ۱۳) سے مبدئ اور معید

یحی ویمیت (الحدید ۲) سے محی و ممیت

وغیرہ اس سلسلے میں بھی ابن حزمؒ کا بیان ملاحظہ ہو:

ولا یحل لأحد أن یشتق للہ اسماً لم یسم بہ، برھان ذالک أنہ تعالیٰ قال

”والسماء وما بناها، (الشمس ۵)

وقال تعالیٰ: وأكيد كيداً★(الطارق ۱۵)

وقال تعالیٰ: ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين (أل عمران ۵۴)

ولا يحل لأحد أن يسميه البناء ولا الكياد ولا الماكر ولا المتجبر ولا المستكبر لا علىٰ أنه المجازى بذالك ولا على وجه أصلاً ومن ادعىٰ غير هذا فقد ألحد فى أسمائه تعالىٰ وتناقص وقال على الله الكذب وما لا برهان له به“★(المحلى، لإبن حزم علیہ الرحمۃ ۱/۳۱م ش)

کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام (کسی ایسے فعل یا صفت سے) مشتق کر کے بنائے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنا اسم اختیار نہیں کیا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

”آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔“

”وہ لوگ اپنی اپنی تدبیروں میں لگے پڑے ہیں اور میں اپنی تدبیر کر رہا ہوں۔“

”وہ لوگ چالاکی کر رہے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ چالاکی سے کام لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو تمام چالاکوں سے زیادہ چالاک ہیں۔“

کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک، بنّاء اور کیّاد، رکھے یا اس کو ماکر، متجبر یا مستکبر کہہ کے پکارے، نہ مجازی طور پر اور نہ حقیقی اعتبار سے اور جس شخص نے اس نکتہ سے انحراف پر اصرار کیا تو یقیناً اس نے اسمائے باری تعالیٰ کے سلسلے میں الحاد کیا، اور اسکی تنقیص کی، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ایسی بات کہی جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

کس نے رکھے ہیں اللہ کے یہ نام؟

عبدالرزاق الرضوانی صاحب اسماء الحسنیٰ کہتے ہیں:

وعليه فإنّ كثيراً من الأسماء المشتهرة علىٰ ألسنة الناس هى فى الحقيقة

صفاة الأفعال و ليست أسماء و نحن قد علمنا من مذهب السلف الصالح أنّ أسماء الحسنیٰ تو قيفية لا بد فيها من أدلة قر آنية أو ما صح عن رسو ل الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی السنة النبوية و ليست أسماء الله مسألة عقلية اجتهادية يشتق فيها الإنسان لربه من أو صافه و أفعاله ما يشاء من الأسماء فكثير من العلماء لا سيما من أدرج الأسماء فی حديث الترمذی و ابن ماجة و الحاكم جعلوا المرجعية فی علمية الاسم إلى أنفسهم و ليس إلى النص الثابت فی الكتاب و السنة ، و هذا يعارض ما اتفق عليه السلف فی كون الأسماء الحسنی تو قيفية۔

و مثال الأسماء التی تدخل هذا النوعية ،تسميتهم لله عزو جل ب اَلْمُعِزّ ، اَلْمُذِلّ، اَلْخَافِضُ، اَلرَّافِعُ، اَلْمُبْدِئُ اَلْمُعِيْدُ، اَلضَّارُّ، اَلنَّافِعُ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْمُمِيْتُ، اَلْبَاعِثُ، اَلْبَاقِیْ، اَلْعَدْلُ، اَلْمُحْصِیْ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْمُغْنِیْ، فمن الذی سمی الله بهذه الأسماء؟ (أسماء الله الحسنیٰ لإبی محمود عبدالرزاق الرضوانی ۱ /۳۲۲۳ المكتبة الشاملة)

لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے جو مشہور نام رائج ہیں، ان میں سے بہت سے صفاتی افعال ہیں نہ کہ اسماء، جبکہ اسلاف کا مذہب اس سلسلے میں یہ ہے کہ اسمائے الٰہی کا مسئلہ توقیفیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا ہو یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو، لہٰذا اس پر قرآن وسنت سے دلیل ہونا ضروری ہے، یہ عقلی اور اجتہادی مسئلہ نہیں ہے کہ جسے کوئی انسان اپنے رب کے لئے اسکی صفات یا افعال سے مشتق (نکال) کر ثابت کردے، اسی لئے اکثر علماء نے ان اسماء کو اسماء الٰہی شمار نہیں کیا ہے جن کو سنن ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم میں اپنے طور پر مندرج کر دیا گیا ہے، اور ان پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں، مثال کے طور اس قسم کے اسماء یہ ہیں: اَلْمُعِزّ ، اَلْمُذِلّ، اَلْخَافِضُ، اَلرَّافِعُ ،اَلْمُبْدِئُ اَلْمُعِيْدُ ،اَلضَّارُّ ، اَلنَّافِعُ ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْمُمِيْتُ، اَلْبَاعِثُ،

اَلْبَاقِیُ، اَلْعَدْلُ، اَلْمُحْصِیُ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْمُغْنِیُ★ کس نے رکھے ہیں اللہ کے یہ نام؟ (انتہا کلامہ)

جس طرح ان ناموں کو اجتہاد کے ذریعہ اختیار کیا گیا ہے، اگر اس طرح نام رکھنا جائز مانا جائے تو جاعل الملٰئکة سے جاعل، یمحو اللہ سے ماحی، انّا ارسلنا اور مرسل الناقة سے مرسل، واللہ یعذب سے معذِّب واللہ یقلب اللیل والنهار سے مقلب، یحب التوابین سے محب بنانا بھی درست قرار پائے گا اور یہ سلسلہ کہاں تک پہنچے گا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

امام علاء الدین ابن عطارؒ متوفی ۷۲۴ھ فرماتے ہیں:

وأما فی الأصل (ای أمور العقائد فیها أسماء اللہ الحسنیٰ) فلا مدخل له أصلاً ألبتة سوی الوقوف عنده یعنی النص فما أثبته سبحانه وتعالیٰ لنفسه وفی کتبه وعلیٰ لسان رسوله ﷺ أثبتناه ومانفاه نفیناه★ (الأعتقاد الخالص من الشک والإنتقاد لإبن عطار رحمہ اللہ ص ۳۲)

جہاں تک علوم اصلیہ کا تعلق ہے، (یعنی عقائد کا معاملہ، جس میں اسمائے حسنیٰ بھی شامل ہیں) تو ان کے اخذ وحصول کی کوئی راہ نہیں سوائے وقوف کے، یعنی نص (قرآن وسنت سے ہی یہ اصول ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ امورِ غیبیہ میں سے ہیں، اور غیب کا علم صرف وحی ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے) تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے لئے جن چیزوں کو خود یا اپنے رسول کے ذریعہ ثابت کیا ہے، ہم بھی ثابت کریں گے، اور جن امور کی نفی کی ہے ہم بھی ان سے پاکی ثابت کریں گے، (جیسے نیند، سستی، تکان، نسیان، ظلم، کذب، خطا وغیرہ)

سفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ کہتے ہیں:

لکنها فی الحق توقیفیة لنا بذا أدلة وفیة

حق یہ ہے کہ اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں اور ہمارے پاس اس کے کافی وشافی دلائل ہیں۔(لوامع الأنوار البہیۃ وسواطع الأسرار الأثریۃ،للسفارینی ۱/ ۱۲۴)

عبداللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن کہتے ہیں:

والحق أن أسماء الله توقيفية لأنها من الأمور الغيبية التي يجب الوقوف فيها علىٰ ما جاء في الكتاب والسنة ، فلا مجال للعقل فيها ،لأن العقل لا يمكنه إدراك ما يستحقه الله من الأسماء لقوله ﷺ {"لا أحصي ثناءً عليك كما أثنيت علىٰ نفسك"،

(مسلم ۱/ ۳۵۲،باب مايقال في الركوع والسجود ،ح۲۲۲،أبو داؤد،باب في الدعاء في الركوع والسجود، ۱/ ۲۳۲ ح ۸۷۹،ابن ماجه،باب ماجاء في القنوت في الوتر ۱/ ۳۷۳ح ۱۱۷۹ ،مسند احمد ۱/ ۹۶ المكتبة الشاملة)}

والتسمية من الثناء فدل علىٰ أن العقل لا مجال له في باب الأسماء إلا التصديق والوقوف عند النصوص،وتسمية الله بما لم يسم به نفسه أو إنكار ما سمى به نفسه جناية في حق الله سبحانه وتعالىٰ لأن التسمية لا تكون إلا لمن له الحق فيها،ولأن تسمية المخلوق لخالقه وعدم الوقوف عند النص والأثر فيها،قول على الله بغير علم وقد نهينا عن ذالك بقوله سبحانه:{قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطاناً وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون (الأعراف ۳۳)}(أسماء الله الحسنىٰ،للغصن ص ۶۳)

درست بات یہی ہے کہ اسماء اللہ توقیفیہ ہیں کیونکہ یہ غیبی امور میں سے ہیں،ان کے سلسلے میں قرآن وسنت پر انحصار ومدار لازمی ہے،عقل کو اس معاملے میں کوئی دخل نہیں،کیونکہ عقل میں

یارا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی توصیف کا احاطہ کر سکے جو اس کی اعلیٰ وارفع ذات کے لائق ہو، جیسا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں ہے: ''''مولیٰ ہم آپ کی ایسی حمد بیان کرنے سے قاصر ہیں جیسی آپ نے خود بیان فرمائی ہے'' اور تسمیہ ثنا میں داخل ہے، سو ثابت ہو گیا کہ عقل کو اسماء کے باب میں کوئی دسترس حاصل نہیں، سوائے تصدیق اور نص صحیح کے تتبع کے، اور اللہ تعالیٰ کا ایسا نام رکھ دینا جو اس نے خود نہ رکھا ہو، یا اسکے کسی ایسے نام کا انکار کر دینا جو اس نے اپنے لئے اختیار کیا ہو، اللہ تعالیٰ کے حق میں بڑی جسارت ہے، کیونکہ نام کا رکھنا جائز نہیں ہو سکتا سوائے اس کے جسے اس کا مکمل علم واختیار حاصل ہو (اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے) اور مخلوق کے لئے اپنے خالق کا نام رکھنا، اور قرآن وحدیث سے تجاوز کرنا اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے اور بے علم بات کہنے کے مترادف ہے، جس سے ہمیں صاف منع کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے نبی کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تمام فواحش کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ ظاہرہ ہوں یا ڈھکے چھپے، اور گناہ کے تمام کام، اور ناحق زیادتی، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی تائید نازل کی ہی نہیں، اور یہ بھی کہ تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہو جس کا تم کو علم نہیں۔

ایک مکالمہ

ابوالحسن الاشعریؒ (۲۶۰-۳۲۴ھ) کے اپنے معتزلی شیخ ابوعلی الجبائی متوفی ۳۰۳ھ سے اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابوعلی کا مسلک اسمائے حسنیٰ میں عقل واجتہاد کا تھا جبکہ اشعری ان کو توقیفیہ مانتے تھے، ایک بار ایسا ہوا کہ ایک شخص ابوعلی کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا نام عاقل رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ الجبائی نے جواب دیا، ہرگز نہیں کیونکہ یہ مشتق ہے عقال (رسی) سے جو ایک مانع یعنی رکاوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے منع ورکاوٹ محال ہے لہٰذا عاقل کا اطلاق ذات باری کے لئے نہیں کیا جا سکتا۔

ابوالحسن الاشعریؒ کہتے ہیں کہ میں نے الجبائی سے کہا کہ اگر آپ کے اس قیاس کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اللہ کا نام حکیم بھی نہیں رکھا جا سکتا، کیونکہ یہ ''حکمۃ'' سے مشتق ہے، جس کے معنی لگام کی کڑی کے ہیں جو لوہے کی ہوتی ہے، اور جانور کو قابو سے نکلنے سے روکتی ہے اور اس پر حسان بن ثابتؓ کا یہ قول دلیل ہے:

فنحکم بالقوافی من هجانا   و نضرب حين تختلط الدماء

(ديوان حسان بن ثابت ص ۹)

ہم اپنی ہجو گو کو قوافی سے باندھ دیتے ہیں اور جب خونم خون ہوجاتا ہے تو مارتے ہیں

اور جریرؒ کا شعر بھی اس پر دلیل ہے

أبنی حنيفة أحكموا اسفهاء كم إنی أخاف عليكم أن أغضبا

(ديوان جرير ص ۴۷)

اے بنی حنیفہ اپنے احمقوں کو روک لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا غصہ تم پر پھٹ پڑے

یہاں **نحكم** **نمنع** اور **أحكموا** **إمنعوا** کے معنی میں ہے۔

تو آپ کے کہنے کے مطابق جب یہ لفظ منع کے معانی والے لفظ سے مشتق ہے تو چونکہ منع اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ حکیم کا اطلاق بھی اللہ تعالیٰ کے لئے درست و جائز نہ ہو۔

اس استدلال کا کوئی جواب جبائی سے نہ بن پڑا، سو کہنے لگے کہ پھر کس وجہ سے تم عاقل کے اطلاق کو ناجائز اور حکیم کے اطلاق کو جائز مانتے ہو؟

اشعری کہتے ہیں کہ میں نے کہا، میرا مسلک اسمائے حسنیٰ کو اخذ کرنے میں اذن شرعی کی اتباع ہے نہ کہ قیاس ولغت، لہٰذا میں حکیم نام اسمائے حسنیٰ میں شامل کرتا ہوں کیونکہ

شریعت مطہرہ نے اسے شامل کیا ہے، اور عاقل کو چھوڑتا ہوں کیونکہ شرع نے اس کو اختیار نہیں کیا، اگر شریعت اس کو لیتی میں بھی لیتا۔

(طبقات الشافعیه للسبکی، ۳۵۷/۳، مذاهب الإسلاميين لعبد الرحمن البدوی ۵۰۰/۱)

یہی بات امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں، امام غزالیؒ نے الاسنی میں، علی بن نائف نے اعجاز اللغوی والبیانی فی القرآن میں کہی ہے، لہٰذا اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہی توقیفیہ ہیں ان میں عقل اور اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

سچائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں کو توقیفی ماننے بنا چارہ ہی نہیں ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی طرح کے معانی والے دو لفظوں میں سے شریعت ایک کو اسمائے حسنیٰ میں شمار کرتی ہے دوسرے کو ترک کر دیتی ہے، جیسے غفار اور غفور کو تو شریعت نے اسمائے حسنیٰ میں شامل کیا لیکن الستار کو نہیں، اس کی صحیح حکمت وعلت کا علم ہونا بدون وحی ممکن نہیں، لہٰذا اسمائے حسنیٰ میں عقل واجتہاد کو راہ نہیں، اس کا مدار وحی الٰہی پر ہے، وہ وحی متلو ہو یا غیر متلو، واللہ اعلم۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں:

معالم التنزيل للبغوی ۲۱۸/۲، العقل وفضله لإبن أبی الدنيا، شرح أصول أعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی ۱۹۳/۲، المحلی لإبن حزم ۲۹/۱، معنی لاإله إلاالله للزر كشی، ص ۱۴۱ درء تعارض العقل والنقل لإبن تيميه، تيسير العزيز الحميد، لسليمان بن عبدالله، ص ۲۳۹، القواعد المثلی لإبن عثيمين ص ۱۳، شرح عقيده الواسطيه، لإبن عثيمين ص ۴۸-۴۳، نهج الاسمی فی شرح أسماء الله الحسنیٰ، لمحمد المحمود ص ۳۹/۴۰۔

کیا اسمائے حسنیٰ کی تعیین ضروری ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسماء کون سے ہیں جن کے یاد کر لینے پر جنت کی بشارت سنائی گئی ہے؟ آیا کوئی بھی ننانوے اسماء یاد کر لئے جائیں؟ یا ان کی صحیح تعیین بھی ضروری ہے؟

حدیث کے الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ان کا درست انتخاب ہی اس بشارت کا مستحق ہے، جو اسماء باری تعالیٰ کے لئے ثابت ہی نہیں ان کا یاد کر لینا اور ان کو پڑھنا یا ان کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارنا تو خود فعل قبیح ہوگا، ہاں قرآن وسنت سے ثابت شدہ ننانوے نام اگر کوئی یاد کر لے تو یقینا اس بشارت کا مستحق ہو جائے گا، بھلے ہی بعض نام رہ جائیں، لیکن ظاہر ہے کہ جن ناموں کو اختیار یا یاد کیا جائے گا، ان کا قرآن وسنت سے ثابت ہونا لازمی ہوگا۔

اس بات کو تمام علماء تسلیم کرتے ہیں کہ اسماء اللہ کا معاملہ اجتہادی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بعض علماء نے اجتہاد سے کام لیا ہے، اور ان ناموں کو اپنے انتخاب میں شامل کر لیا ہے جن پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے، ان ناموں میں سے بعض نے تو ایسا رواج پایا کہ عوام الناس ان کے اسمائے الٰہی ہونے پر سوجان سے ایمان لے آئے۔

اجتہاد کی ایک مثال

اَلْوَاجِدُ

کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ فرماتے ہیں:

وَجَدَ، وَجْداً، وَجِدَةً، وُجْداً، وِجْدَانًا

کے معنی دریافت ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا نام اس معنی سے نہیں ہوسکتا قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اس مصدر کے افعال آئے ہیں وہاں انسان فاعل ہے اللہ تعالیٰ نہیں، صاحب قاموس کہتے ہیں وجداللہ تعالیٰ کہنا درست نہیں ہاں اوجدہ اللہ کہہ سکتے ہیں (اللہ نے اسے مقصود پر پہنچایا)

(اس بحث کو یہاں آکر ختم ہوجانا چاہئے تھا، کیونکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن مجید میں یہ اسم جہاں بھی آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ فاعل نہیں ،لیکن اس بحث کو کس طرح آگے بڑھایا گیا ہے ملاحظہ ہو: قاضی صاحب آگے فرماتے ہیں:

اب یہ اسم وجود سے بن سکتا ہے وجود کے معنی ہستی کے ہیں ،اس معنی میں بھی یہ اسم قرآن میں نہیں آیا،اور نہ لفظ وجود کا استعمال قرآن میں ہوا ہے:

جب ایسا ہے تو اس اسم کا تذکرہ ہی بے سود ہے لیکن اور آگے فرماتے ہیں:

☆ اللہ تعالیٰ اس لئے واجد ہے کہ وجود حقیقی اور ہستی مطلق اسی کو حاصل وزیبا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اس لئے واجد ہے کہ جملہ موجودات پر اسے احاطت حاصل ہے۔

☆ وہ واجد ہے اور جملہ مطلوبات وکمالات ذاتیہ کا وجود اسے ہمیشہ سے حاصل ہے۔

یہاں آکر بھی یہ بحث ختم نہیں ہوئی مزید پڑھیے،

ہاں اسم الواجد وُجد بضم سے بھی بن سکتا ہے، وجد کے معنی تونگری وغنا ہیں اور الواجد کے معنی ذوالوجد ہوئے یعنی وہ جو غنا وتونگری کا مالک ہے، یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ یہ اسم ترمذی کی اس حدیث کے علاوہ کسی اور حدیث میں بھی نہیں آیا۔

واضح ہو کہ وجود کے متعلق فلاسفہ واتحادیہ نے بھی تکلم کیا ہے جو ابعد عن الصواب ہے ان کے مباحث خالی الفاظ ہی کے ہوتے ہیں۔

(۱) کیا وجود شے عین ماہیت ہے یا غیر ماہیت ہے۔

(۲) کیا وجود قدیم نفس ماہیت ہے؟

(۳) کیا وجود حادث زائد از ماہیت ہے؟

یہ سب فضول بحثیں ہیں اور حقانیت وعرفان کا ان میں کوئی حصہ نہیں، صوفیائے کرام نے بھی وجود پر بہت تکلم کیا ہے مگر ان کی مباحث کا ان فلاسفہ کی مباحث سے کوئی تعلق نہیں، ان کی مباحث کا تعلق ان آیات سے ہوتا ہے:

یَجِدِاللّٰہَ غَفُوْراً رَحِیْماً (نساء ۱۱۰)

وہ اللہ کو غفور، رحیم پائے گا۔

لَوَجَدُو اللّٰہَ تَوَاباً رَّحِیْماً (نساء ۶۴)

تم اللہ کو تواب، رحیم پاؤ گے۔

وَوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ (نور ۳۹)

اللہ کو اپنے قریب پایا، اس نے بندے کا حساب چکتا کر دیا۔

پہلی اور دوسری آیات میں گنہگار مومن کا ذکر ہے جو گناہ کے بعد

پچھتا تا پھر استغفار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے رحم وعطوفت کا معاملہ فرماتا ہے۔

تیسری آیت میں اس کافر کا ذکر ہے جو اعمال سے خالی ہاتھ اپنے مالک کے سامنے جاتا ہے، اس آیت میں اس کی مثال اس تشنہ شخص سے دی گئی ہے جو سراب کو پانی سمجھتا ہے اور جب سراب پر پہنچ جاتا ہے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا، وہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتا ہے تو اس کا حساب پورا کر دیتا ہے، اہل تصوف وجدان کے حساب سے طالب کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) سالک (۲) واصل (۳) واجد

ابن القیمؒ نے اس پر ایک مثال بیان کی ہے، چند شخصوں کو معلوم ہوا کہ فلاں میدان میں فلاں درخت کے نیچے خزانہ دبا ہوا ہے، ایک شخص چل پڑا، چل رہا ہے مگر وہاں تک نہیں پہنچا، دوسرا شخص وہاں پہنچ گیا مگر ابھی اسے خزانہ ہاتھ نہیں لگا ہے، تیسرا شخص وہاں پہنچا اور اسے خزانہ مل بھی گیا، اس تیسرے شخص کے واردات کے لحاظ سے حالات کو تواجُد وُجدٌ اور وُجودٌ سے موسوم کیا کرتے ہیں، اگر ان الفاظ کی صراحت کی جائے تو اصل موضوع سے بہت دور جا نکلنا ہوگا، لہٰذا اسی اختصار پر جو الواجد کی مناسبت سے لکھا گیا اکتفا کی جاتی ہے۔ (یہاں تک قاضی صاحبؒ کا کلام ہے (معارف الاسماء ۲۶۲)

ہم نے اس پورے بیان کو طویل ہونے کے باجود مکمل نقل کیا ہے تا کہ معلوم

ہوجائے کہ قرآن وسنت سے خارج ناموں کو جب اسم الٰہی ثابت کیا جاتا ہے تو کیا کیا کرنا پڑتا ہے ،ایک قاضی صاحبؒ ہی نہیں بلکہ علامہ ابن حزمؒ (**المحلی**)عبد الرزاق الرضوانی (**اسماء اللہ الحسنیٰ الثابتہ بالکتاب و السنہ**) ،علامہ ابن تیمیہؒ، (**الحسنہ و السیئة**) امام بیہقیؒ (**الأسماء و الصفات**)سب نے جونام غیرقرآن وسنت سے لئے ہیں ان پردلیل قائم کرنے کے لئے ایسے ہی ''انکشافات'' کئے ہیں یا پھر سرے سے کوئی بحث ہی نہیں کی ہے۔

جبکہ وہ تمام احادیث جن میں اسمائے حسنیٰ کی تعیین آئی ہے غیرثابتہ اورضعیف ہیں ہم آگے چل کران کے سلسلے میں کلام نقل کرنے والے ہیں،تو جب ان کوغیرثابتہ مان لیا گیا اوران کے اضطراب اورضعف نے ان کے کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہونے پر مہر کردی ،تو کوئی وجہ باقی نہیں رہی کہ ان میں وارد ہرایک نام کواسم الٰہی ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، اب ان میں وارداسماءخوددلیل کے محتاج ہیں،اوریہ بھی غلط قرار پایا کہ ان احادیث میں وارداسماء کی توتغلیط کردی جائے ،لیکن پھرانہیں خطوط اوراسی روش پرچل کردوسرے غیر ثابتہ اسماءکواسم الٰہی قرار دیا جائے۔

حالانکہ خود قاضی صاحبؒ بھی اس بات سے متفق ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہیں ہے فرماتے ہیں:

> ''آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفیّہ ہیں ،یعنی جن اسماءکواللہ تعالیٰ نے اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمائے الٰہی بتایا ہے،ان کے سوااللہ تعالیٰ کوکسی اورنام سے یادکرناپکارنایااسے اللہ تعالیٰ کاپاک نام سمجھناجائزنہیں۔(معارف الاسماء ۲۲)

خلاصۃ الکلام

یہاں تک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ

☆اسمائے حسنی کی تعیین وتفصیل قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔

☆ جن علماء نے ان کی تفصیل دی ہے انہوں نے اس کو قرآن وسنت سے اخذ کرنے کی کوشش تو کی ہے مگر اجتہاد سے بھی کام لیا ہے۔

☆افعال وصفات سے اسمائے حسنیٰ نہیں بنانے چاہئیں، مگر بنائے گئے ہیں۔

☆بعض اسماء کا قرآن وحدیث سے تمسک بھی نہیں ہے۔

اسمائے حسنیٰ کی تعیین کا مختصر جائزہ

اسمائے حسنیٰ کے سلسلے میں جن ائمہ نے کوششیں کیں ہیں ان کے اسمائے گرامی پر ایک نگاہ ڈالتے چلیں۔

۱۔الولید بن مسلمؒ (۱۱۹- ۱۹۴ھ) ترمذیؒ شریف کی حدیث (إن لله تسعة وتسعين أسماء) میں انہیں کا انتخاب روایت کیا گیا ہے۔

۲۔عبدالملک الصنعانیؒ (۱۲۶-۲۱۱ھ) ان کے انتخاب کو حدیث (إن للہ تسعة وتسعين أسماء) کے تحت ابن ماجہؒ نے اختیار کیا ہے۔

۳۔عبدالعزیز ابن الحصین (۲۳۰ھ) حاکمؒ نے اسی حدیث کے ضمن میں ان کی فہرست کو روایت کیا ہے۔

۴۔محمد بن اسحاق بن مندہ (۳۱۰-۳۹۵ھ) نے اپنی تصنیف ''التوحید'' ج ۲ میں اپنے مختار اسماء کو مندرج کیا ہے۔

۵۔ابو محمد علی بن احمد بن حزمؒ (۳۸۴-۴۵۶ھ) اندلسی نے اپنی کتاب ''المحلی'' میں اسماء الحسنی کی فہرست مندرج کی ہے۔

۶۔ابو بکر احمد ابن الحسین البیہقیؒ (۳۸۴-۴۵۸ھ) نے الأ سماء والصفات میں

۷۔ابو بکر محمد بن عبداللہ القرطبی ابن العربی المالکیؒ (۴۶۸-۵۴۳ھ) نے احکام القرآن میں اسماء الحسنی بیان کئے ہیں۔

۸۔ابو محمد عبد الحق الاشبیلی (۵۱۰-۵۸۱ھ) کتاب ''ال أحکام الشرعیۃ'' تحقیق ابو عبداللہ حسین بن عکاشہ، مکتبۃ الرشد ریاض، م ش۔

۹۔محمد بن المرتضیٰ الیمانی الملقب بابن الوزیرؒ (۷۵۸-۸۲۲ھ) کتاب مندرجہ فیہ کا نام ''ایثار الحق علی الخلق) م ش

۱۰۔احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ (۷۷۳-۸۵۲ھ) کتاب ''فتح الباری'' م ش

۱۱۔محمد بن صالح بن عثیمینؒ (۱۳۴۷-۱۴۲۱ھ) القواعد المثلی م ش

۱۲۔محمود عبد الرزاق الرضوانی، ''اسماء اللہ الحسنیٰ الثابتۃ فی الکتاب والسنۃ'' مطبع دار الرضوان مصر ۲۰۰۴

۱۳۔عبداللہ بن صالح بن عبد العزیز الغصن ''اسماء اللہ الحسنیٰ'' دار الوطن ۱۴۱۷ھ

۱۴۔عبد العزیز بن ناصر الجلیل ''وللہ الأ سماء الحسنیٰ''، مطبع دار طیبہ طبع ثانی ۲۰۰۸م

۱۵۔سعید بن علی بن وہف القحطانی ''شرح الأ سماء الحسنیٰ فی ضوء الکتاب والسنۃ''

۱۶۔عبد المحسن بن حمد العبّاد البدر، (مولد ۱۳۵۳ھ) ''قطف الجنی الدانی''

(حوالہ اسماء اللہ الحسنیٰ ویکیپیڈیا الموسوعہ الحرہ و المکتبہ الشاملۃ)

اسمائے حسنیٰ سے متعلق وارد احادیث کو ہم دو زمروں میں بیان کر سکتے ہیں، (ا) وہ روایات جن میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل نہیں ہے، (۲) وہ روایات جن میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل دی گئی ہے، اور یہ دوسرا زمرہ ہی ہمارا اصل موضوع ہے۔

زمرۂ اول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقل کیا:

إن لله تسعة و تسعين إسما من أحصاها دخل الجنة (متفق عليه)

اس روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ سے پانچ تابعین نے نقل کیا ہے۔

۱۔عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج ابوداؤد المدنی، متوفی ۱۱۷ھ، ثقہ،

(تهذيب التهذيب، لابن حجر ج ۲۹۰/۶)

۲۔محمد بن سیرین الانصاری، متوفی ۱۱۰ھ مشہور امام کبار تابعین میں ہیں، ثقہ۔

(سير أعلام النبلاء للذهبي ج ۶۰۶/۴، تهذيب التهذيب لابن حجر ۲۱۴/۹)

۳۔ ہمام بن منبہ بن کامل بن شیخ الیمانی، متوفی ۱۳۲ھ ثقہ،

(تهذيب التهذيب لابن حجر ۶۷/۱۱، تقريب التهذيب لابن حجر ۳۲۱/۲)

۴۔نفیع بن رافع الصائغ ابو رافع المدنی متوفی ۹۵ھ امام الجلیل، کبار تابعین میں سے ہیں، ثقہ،

(الكاشف للذهبي ۲۰۸/۳، تهذيب التهذيب لابن حجر ۴۷۲/۱۰)

۵۔ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف الزہری المدنی متوفی ۹۴ھ ثقہ

(تهذيب التهذيب، ۱۱۵/۱۲، تقريب اليهذيب ۴۳۰/۲ لإبن حجر علیہ الرحمۃ)

روایت اعرج

اعرج کی روایت کو ان سے ابوالزنادؒ متوفی ۱۳۰ھ نے روایت کیا، پھر ابوالزناد سے ان کے تلامذہ میں سے ان حضرات نے روایت کیا ہے:

(۱) شعیب ابن ابی حمزہؒ متوفی ۱۶۲ھ اس طریق سے حدیث کی تخریج ملاحظہ ہو:

☆ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاریؒ،

(کتاب التوحید، باب ان لله مائة اسم الا واحدة، حوالہ فتح الباری ۳۷۷/۱۳ حدیث ۷۳۹۲، و ۳۵۴/۵ حدیث ۲۷۳۶ باب مایجوز من الاشتراط والثنیا من الاقرار، کتاب الشروط)

☆ کتاب التوحید، لابن مندہؒ،

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بها حدیث ۱۵۶)

☆ سنن کبریٰ، امام بیہقیؒ،

(کتاب الایمان باب اسماء اللہ عزوجل ثنائه ۲۷/۱۰ ★ الاسماء و الصفات، امام بیہقی علیہ الرحمۃ، باب بیان الاسماء التی من احصاها دخل الجنة ۲۸/۱

(۲) سفیان بن عیینہؒ متوفی ۱۹۸ھ ان سے تخریج کی ہے:

☆ صحیح مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیریؒ،

(کتاب الذکر والدعاء والإستغفار باب في اسماء اللہ تعالیٰ وفضل من احصاها حدیث ۲۶۷۷)

☆ کتاب التوحید، ابن مندہ،

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بها، حدیث ۱۵۷،)

☆ مسند حمیدی، حمیدی،

حدیث ۱۱۳۰ ص ۲/ ۴۷۹

(۳) مالک بن انسؒ، تخریج ابن مندہؒ

(کتاب التوحید باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بھا حدیث ۱۵۴)

(۴) ورقا بن عمرؒ، تخریج ابن مندہ

(کتاب التوحید، باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بھا، حدیث ۱۵۵)

روایت محمد بن سیرینؒ

ان کی روایت کو بیان کرنے والے ائمہ یہ ہیں،

(۱) ایوب السختیانیؒ متوفی ۱۳۱ھ ان کی روایت کی تخریج کی گئی ہے:

☆ صحیح مسلم

(کتاب الأذکار، باب أسماء اللہ تعالیٰ و فضل من أحصاھا) حدیث ۲۶۷۷،

☆ مسند احمد (امام احمد بن حنبلؒ) ۲/ ۲۶۸

(۲) ہشام بن حسانؒ متوفی ۱۴۸ھ ان کی روایت کو بیان کیا ہے:

☆ سنن ترمذی، امام ترمذیؒ،

(کتاب الدعوات حدیث ۳۵۰۷)

☆ مسند احمد (۲/ ۴۲۷)

☆ کتاب التوحید، ابن مندہ،

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بھا) حدیث ۱۵۹

☆ صحیح ابن حبان، ابن حبانؒ،

(کتاب الرقائق، باب الاذکار حدیث ۴۰۸)

(۳) عبداللہ بن عون، متوفی ۱۵۰ھ، تخریج حدیث:

☆ مسند احمد ۲/ ۵۱۶،

☆ کتاب التوحید، ابن مندہ

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بہا حدیث ۱۵۹)

(۴) خالد الحذاء، متوفی ۱۴۱ھ، تخریج حدیث

☆ مسند احمد ۲/ ۴۹۹

(۵) عاصم بن سلیمان، متوفی ۱۴۲ھ، تخریج:

☆ کتاب التوحید، ابن مندہ

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بہا ۲۴۴، ۱۶۰)

(۶) عوف بن ابی جمیلہ، متوفی ۱۴۶ا، تخریج:

☆ کتاب التوحید، ابن مندہ

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بہا، حدیث ۱۶۱)

روایت ہمام ابن منبہؒ

ان کی روایت کو بیان کرنے والے ان کے یہ تلامذہ ہیں

(۱) ایوب السختیانیؒ متوفی ۱۳۱ھ ان کی روایت کی تخریج کی گئی ہے:

☆ صحیح مسلم

(کتاب الأذکار، باب أسماء اللہ تعالیٰ وفضل من أحصاھا) حدیث ۲۶۷۷،

☆ مسند احمد ٢/ ٢٦٧

(٢) معمر بن راشد، متوفی ١٥٤ھ، تخریج حدیث:

☆ مسند احمد ٢/ ٣١٤

☆ کتاب التوحید، ابن مندہ،

(باب ذکر اسماء اللہ الحسنة التی تسمی بھا، حدیث ١٥٨)

☆ معالم التنزیل، للبغوی، ٢/ ٢١٧

☆ شرح السنۃ، للبغوی

(کتاب الدعوات باب اسماء اللہ سبحانہ و تعالیٰ حدیث ١٢٥٦)

☆ الاعتقاد، للبیہقی، ص ٣٠

روایت ابی رافع

ان سے قتادہؒ متوفی ١١٧ھ نے روایت کیا ہے، تخریج:

☆ جامع ترمذی، {اس طریق میں کلام ہے (ابن مندہ ٢/ ١٦)}

(کتاب الدعوات باب ٨٦، حدیث ٣٥٧٣)

روایت ابوسلمہ

ان سے محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثیؒ متوفی ١٤٥ھ نے نقل کی، تخریج:

☆ ابن ماجہ، لابن ماجہؒ

(کتاب الدعا، باب اسماء اللہ عز و جل حدیث ٣٨٦٠)

☆ مسند احمد ٢/ ٥٠٣ {اس طریق میں کلام ہے (ابن مندہ ٢/ ١٦)}

یہ بھی واضح رہے کہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے ان کے علاوہ حضرات نے

بھی نقل کیا ہے، مثلاً عطا بن یسارؒ، سعید المقبری ؒ، سعید ابن المسیبؒ ، وعبداللہ بن شقیق، محمدؒ بن جبیرؒ بن مطعم، حسن بصریؒ، (بسند ابونعیمؒ) اور عراک بن مالکؒ (بسند بزارؒ) لیکن یہ تمام کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔

ملاحظه کریں، کتاب التوحید ۲/۶ ۱ ابن منده، فتح الباری ۱ ۱/۸ ۲۱، ابن حجر

زمرۂ ثانی

حدیث یہ بھی وہی ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے، اس میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل دی گئی ہے، اس کے طرق میں فرق ہے، عبداللہ بن صالح الغصن کہتے ہیں:

وللحكم علىٰ هذه الأحاديث ،التى ذكر فيها سرد االأسماء بالصحة أو الضعف، لابد من النظر فى أسانيد الطرق التى ورد فيها سرد الأسما، والنظر كذالک، فى متن الحديث، حسب القواعد المعتبرة عن المحدثين۔

(اسماء الله الحسنىٰ، باب الثانى للغضن صفحه ۱۵۵)

جن روایات میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل دی گئی ہے ان پر صحیح یا ضعیف کا حکم لگانے کے لئے لازمی ہے کہ ان کی اسناد کا جائزہ لیا جائے، اور اسی طرح اس کے متن میں بھی غور کیا جائے اور انہیں قواعد پر عمل کیا جائے جو محدثین کے نزدیک حدیث کی جانچ پرکھ کے سلسلے میں رائج اور معتبر ہیں۔

جن روایات میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل ہے، ان کے تین طرق ہیں۔

طریق اول

(قال)عبدالعزیز ابن الحصین عن أیوب عن محمد بن سیرین عن أبی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ: ”إن لله تسعة وتسعین إسما من أحصاها دخل الجنة : الله، الرحمن ، الرحیم، الإله ، الرب، الملک ، القدوس، السلام ، المؤمن ، المهیمن ، العزیز، الجبار، المتکبر، الخالق ، البارئ، المصور، الحلیم، العلیم، السمیع، البصیر، الحی، القیوم، الواسع، اللطیف، الخبیر، الحنان، المنان، البدیع، الودود، الغفور، الشکور، المجید، المبدئ، المعید، النور، البادئ، الأول، الأُخر، الظاهر، الباطن، العفو، الغفار، الوهاب، القادر، الأحد، الصمد، الوکیل، الکافی، الباقی، الحمید، المغیث، الدائم، المتعالیٰ، ذوالجلال والإکرام، المولیٰ، النصیر، الحق، المبین، الباعث، المجیب، المحی، الممیت، الجلیل، الصادق، الحافظ، المحیط، الکبیر، القریب، الرقیب، الفتاح، التواب، القدیم، الوتر، الفاطر، الرزاق، العلام، العلی، العظیم، الغنی، الملیک، المقتدر، الأکرم، الرؤف، المدبر، القدیر، المالک، القاهر، الهادی، الشاکر، الکریم، الرفیع، الشهید، الواحد، ذوالطول، الخلاق، الکفیل، الجمیل۔

اس کی تخریج امام بیہقیؒ، اور امام حاکمؒ (۴۰۵ھ) نے کی ہے۔

(الأسماء والصفات باب بیان أن لله جل ثناؤه أسماء أخر ۱/ ۳۲، الأعتقاد باب: ذکر اسماءالله وصفاته عز أسماؤه وجل ثناؤه ص ۳۱، مستدرک حاکم کتاب الإیمان ۱/ ۱۷

اس طریق کا مدار چونکہ عبدالعزیز ابن الحصینؒ پر ہے، لہٰذا اس طریق کو محققین طریق عبدالعزیز ابن الحصین کے نام سے موسوم کرتے ہیں، ان کا پورا نام عبدالعزیز ابن الحصینؒ ابن الترجمانی ہے، کنیت ابوسہل، مروزی الاصل ہیں، ذہبی (۷۴۸ھ) نے انکی تضعیف پر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں، امام بخاریؒ نے فرمایا کہ وہ قوی نہیں ہیں۔

ابن معینؒ کہتے ہیں ''ضعیف ہیں''

امام مسلمؒ نے کہا ''ذاہب الحدیث''

ابن عدی (۳۶۵ھ) نے کہا ان کی بیان کی ہوئی روایات میں ضعف ہے، پھر انہوں نے اسی حدیث کو ان کے ضعف کی دلیل میں پیش کیا ہے، جس میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل دی گئی ہے۔

(میزان الأعتدال للذهبی ۲/۶۲۷)

اسی طرح عقیلی (۳۲۲ھ) نے ضعفا میں ان کا شمار کیا ہے اور استدلالاً یہی حدیث نقل کی ہے، اور تبصرہ کیا ہے کہ اس حدیث میں ان کی متابعت نہیں کی گئی ہے، کیونکہ اس کے اندر لین اور اضطراب ہے،

الضعفاء للعقیلی ۳/۱۵،)

ابن حجر کہتے ہیں کہ: ان کے ضعف پر علماء کا اتفاق ہے۔

لسان المیزان لابن حجر ۴/۲۹)

یہاں تک کہ امام حاکمؒ (۴۰۵ھ) نے اپنی مستدرک میں ان کی توثیق کردی تو ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں ان کا تعاقب کیا اور کہا کہ: ہرگز نہیں بلکہ یہ ضعیف ہیں۔

(المستدرک للحاکم، ۱/۱۷)

ابن حجرؒ نے امام حاکمؒ کی اس توثیق پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا'' مجھے حیرت ہے کہ اتنے علمائے کرام کے تضعیف کرنے کے باوجود حاکمؒ نے ان کی روایت کی تخریج کی اوران کوثقہ کہہ دیا۔

(لسان المیزان، لإبن حجر ۲۹/۴)

اس سند کے دوسرے رجال میں ایوب السختیانیؒ متوفی ۱۳۱ھ ہیں ان کا پورا نام ایوب بن ابی تمیمہ بن کیسان السختیانی ہے ابوبکر البصری بھی کہے جاتے ہیں، اپنے عہد کے سید الفقہاء مشہور ہیں، امام نسائیؒ کہتے ہیں، ثقہ اور کبار فقہا میں ہیں۔

(تھذیب التھذیب ۳۹۷/۱، تقریب التھذیب ۳۳۰/۲ لإبن حجر)

محمد بن سیرینؒ متوفی ۱۱۷ھ بھی اس سند میں ہیں، محمد بن سیرین الانصاری، ابوبکر بن ابی عمرہ البصری، ان کے متعلق لکھا ہے: امام الوقت، ثقہ، من کبار التابعین،

(تھذیبالتھذیب ۲۱۴/۹، تقریب التھذیب ۱۶۹/۲، وسیر أعلام النبلاء ۶۰۶/۴)

عبد اللہ بن صالح الغصن کہتے ہیں، ان بیانات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ روایت اس سند سے ضعیف ہے، اوراس پر یہ دلیل کافی ہے کہ یہ روایت عبدالعزیز ابن حصین کے علاوہ دوسری اسناد سے بھی مروی ہے، جن میں اسمائے حسنیٰ کی تفصیل نہیں ہے، اسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں، امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے، روایت یہ ہے:

حدثنا معمر عن أیوب عن إبن سیرین عن أبی ھریرۃ أن رسول اللہ قال:'' إن للہ تسعۃ وتسعین إسما مائۃ إلا واحدا من أحصاھا دخل الجنۃ

(مسلم حدیث ۲۶۷۷، مسند احمد ۲۶۸/۲، (أسماء اللہ الحسنیٰ للغصن ص ۱۶۰)

طریق ثانی

اس طریق کا نام، طریق عبدالملک الصنعانیؒ رکھا گیا ہے، اس طریق کے رجال کا مختصر تعارف یہ ہے۔

١۔عبدالملک بن محمد الحمیر ی البرسمی، کنیت ابوزرقاء، یا ابومحمد بیان کی گئی ہے، الصنعانیؒ کے نام سے مشہور ہیں، (١٢٦-٢١١ھ)

ابن حبانؒ کہتے ہیں، منفرد وموضوعات بیان کرنے والے، ہر سوال کا جواب دینے والے ہیں، ان کی روایات سے حجت جائز نہیں، لین الحدیث ہیں۔

(تهذيب التهذيب لابن حجر ٦/٤٢٢)

٢۔ابوالمنذر (١٦٢ھ) زہیر بن محمد التمیمی الخراسانیؒ المروزی الخرقی، پہلے شام پھر حجاز مقدس کو مسکن بنالیا، اہل شام سے جو روایات یہ بیان کرتے ہیں وہ غیر درست ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ اہل شام کی اکثر روایات میں وہ اپنے حافظے پر انحصار کرتے ہیں اور اکثر سوء حفظ کی بنا پر خطا کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(ميزان الأعتدال للذهبی ٢/٨٤، تهديب التهذيب لإبن حجر ٣/٣٨٤)

٣۔موسیٰ بن عقبہؒ بن أعباش الأسدی، مولیٰ آل زبیر، ثقہ، فقیہ، اور مغازی کے ماہر وامام سمجھے جاتے ہیں، وفات ١٤١ھ

(تهذيب التهذيب لابن حجر ١٠/٣٦٠)

قال (عبدالملک الصنعانیؒ) حدثنا أبو المنذر زهير بن محمد التميمی، حدثنا موسى بن عقبة حدثنی عبدالرحمن الأعرج عن أبی هريرة أن رسول الله قال: "إن لله تسعة وتسعين إسما مائة إلا واحدا إنه وتر يحب الوتر من

حفظها دخل الجنةوهی الله، الواحد، الصمد، الأول، الآخر، الظاهر، الباطن، الخالق، البارئ، المصور، الملک، الحق، السلام، المؤمن، المهيمن، العزيز، الجبار، المتكبر، الرحمن، الرحيم، اللطيف، الخبير، السميع، البصير، العليم، العظيم، البار، المتعال، الجليل، الجميل، الحی، القيوم، القادر، القاهر، العلی، الحکيم، القريب، المجيب، الغنی، الوهاب، الودود، الشكور، الماجد، الواجد، الوالی، الراشد، العفو، الغفور، الحليم، الكريم، التواب، الرب، المجيد، الولی، الشهيد، المبين، البرهان، الرؤف، الرحيم، المبدئ، المعيد، الباعث، الوارث، القوی، الشديد، الضار، النافع، الباقی، الواقی، الخافض، الرافع، القابض، الباسط، المعز ،المضل، المقسط، الرزاق، ذوالقوة، المتين، القائم، الدائم، الحافظ، الوكيل، الفاطر، السامع، المعطی، المحی، المميت، المانع، الجامع، الهادی، الكافی، الأبد، العالم، الصادق، النور، المنير، التام، القديم، الوتر، الأحد الصمدالذی لم يلد ولم يولدولم يكن له كفواًأحد،

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اسی کواختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو:

ابن ماجه، كتاب الدعاء باب أسماء الله عز وجل، حديث ٣٨٦١

طریق ثالث

قال (وليد ابن مسلم) حدثنا شعيب بن أبی حمزة عن أبی الزناد عن الأعرج عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ "إن لله تسعة وتسعين إسماً مائة غير واحد ةمن أحصاها دخل الجنة هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا إله إِلَّا هُو

الرَّحْمٰنُ، الرَّحِیم، الْمَلِک، الْقُدُّوس، السَّلَام، الْمُؤْمِن، الْمُهَيْمِنُ، الْعَزِيْزُ ، اَلْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِق، الْبَارِی، الْمُصَوِّر، الْغَفَّار، الْقَهَّار، الْوَهَّاب، الرَّزَّاق، الْفَتَّاح الْعَلِيْمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِط، الخافض، الرافع المعز، المذل، السَّمِيْعُ ، الْبَصِيْر، الْحَكَمُ العدل، اللَّطِيْف، الْخَبِيْرُ ، الْحَلِيْمُ ، الْعَظِيْم، الْغَفُوْرُ الشَّكُوْر، الْعَلِيُّ، الْكَبِيْرُ، الْحَفِيْظ، الْمُقِيْت، الحَسِيْبُ، الجليل، الْكَرِيْمُ، الرَّقِيْبُ ، الْمُجِيْب، الْوَاسِعُ ، الْحَكِيْمُ، الْوَدُوْدُ الْمَجِيْد، الباعث، الشَّهِيْدُ الْحَق، الْوَكِيْل، الْقَوِی، المتِين، الْوَلِی، الْحَمِيْدُ، المحصىُ، المبدئُ المعيدُ، المحيىُ، المميتُ، الْحَىُ، الْقَيُّوْمُ، الواجد، الماجد، الْوَاحِدُ، الصَّمَدُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمُؤَخِّرُ، الْأَوَّلُ، اَلآخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الوالی، المتعالیٰ، الْبَرُّ، التَّوَّابُ، المنتقمُ، الْعَفُو، الرَّؤُفُ، مالک الملک، ذُوالجلالِ ولإكرامِ، الْمُقْسِطُ، الجامعُ، الْغَنِيُّ، المغنىُ، المانعُ، الضارُ، النافعُ، النورُ، الهادىُ، البديعُ، الباقىُ، الْوَارِثُ الرشيدُ الصبورُ، (سنن ترمذی ۱۱/۱۲ ۴ م ش)

اس کا نام طریق ولید بن مسلم ہے۔

۱۔ ولید بن مسلم القرشی، مولی بنی اُمیہ، کنیت ابوالعباس، الدمشقی شام کے مشہور عالم ہیں، ۹۶ھ میں وفات پائی، ان کے سلسلے میں علماء کے بیان یہ ہیں:

ثقہ، لیکن کثیر التدلیس والتسو یہ ہیں۔ ابن حجرؒ

(تهذيب التهذيب، لابن حجر ۱۱/۱۵۱)

جب وہ حدثنا سے روایت کریں تو حجت ہوگی۔ ذہبی

(ميزان الاعتدال للذهبى ۳۴۸/۴)

چونکہ مدلس ہیں اس لئے ان کے عنعنے سے پرہیز کرو: ذہبی۔

(الکاشف للذھبی، ۳/۲۴۲)

ہم نے ان جیسا صاحب عقل وفہم نہیں دیکھا۔امام احمد بن حنبلؒ

(تھذیب التھذیب، لابن حجر ۱۱/۱۵۲)

ہم نے کسی شامی کو ان جیسا نہ پایا۔علی ابن المدینیؒ

(تھذیب التھذیب، لابن حجر ۱۱/۱۵۲)

کثیر الحدیث اور ثقہ ہیں، لیکن ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ تدلیس تسویہ کرتے ہیں۔ابن سعد

(تھذیب التھذیب، لابن حجر ۱۱/۱۵۲)

الولید، مدلس ہیں، اور بعض اوقات کذاب سے تدلیس کر جاتے ہیں۔ابومسہر

(میزان الأعتدال للذھبی ۴/۳۴۷)

اکثر تدلیس کرتے ہیں

(اسماء المدلسین، للسیوطی ۱/۱۰۲، م ش)

تدلیس

تدلیس محدثین کی ایک مشہور اصطلاح ہے، اس کا مطلب ہے رواۃ کے سلسلے میں ابہام وتوہم سے کام لینا، یعنی کسی وجہ سے اپنے استاذ کا نام چھپا لینا، اور اپنے استاذ کے استاذ، یا کسی دوسرے شیخ کا نام اس طرح لینا کہ یہ واضح نہ ہو سکے کہ راوی نے حقیقتاً اس شیخ سے اس حدیث کو خود سنا ہے یا نہیں، ایسا کرنے کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں، مثلاً اپنا استاذ غیر معروف ہے، یا اس پر سوء حفظ یا کذب کا الزام ہے، یا وہ عمر اور مرتبہ کے لحاظ

سے اس پایہ کا نہیں ہے جس مرتبہ کے اس کے دوسرے اساتذہ ہیں یا وہ خود جس مرتبہ وشہرت کا آدمی ہے، بعض اوقات ان میں سے کوئی وجہ نہیں ہوتی بلکہ اپنی روایت کو زیادہ مضبوط و پروثوق و پرتاثیر بنانے کے لئے بھی راوی تدلیس کر دیتے ہیں۔

تدلیس تسویہ

تدليس التسوية :هو أن يجيء المدلس إلى حديث سمعه من شيخ ثقة ،وقد سمع الشيخ الثقة من شيخ ضعيف،وذالک الشيخ الضعيف يرويه عن شيخ ثقة،فيعمل المدلس الذى سمع الحديث من الثقة الأول فيسقط منه شيخه الضعيف،ويجعله من رواية شيخه الثقة عن ثقة الثانى بلفظ كا لعنعنة ونحوها،فيصير الإسناد كلهه ثقات،وممن كان يصنع هذا :الوليد بن مسلم،والأعمش،وسفيان الثورى★

(التقييد والإيضاح للحافظ العراقى ص۹۶، فتح المغيث للسخاوى ۱/۱۹۳، تدريب الراوى للسيوطى ۱/۲۲۴)

تدلیس تسویہ یہ ہے کہ ایک راوی نے ثقہ شیخ سے حدیث نقل کی، اس شیخ ثقہ نے اس حدیث کو شیخ ضعیف سے روایت کیا تھا، اس شیخ ضعیف کا استاذ یا شیخ بھی ثقہ ہے، راوی نے یہ کیا کہ بیچ میں سے شیخ ضعیف کا نام نکال دیا، اور روایت کو شیخ ثقہ عن شیخ ثقہ بنا کر مبہم الفاظ ''عنعنہ'' وغیرہ کے ساتھ روایت کر دیا، اس طرح ساری سند ثقات کی بن گئی، ایسا کرنے والے حضرات ولید بن مسلم، اعمش اور سفیان ثوری رحمہم اللہ ہیں۔

اس طرح مدلس متسوی راوی نے اپنے استاذ کی جانب سے تدلیس انجام دی، تاکہ روایت کا ضعف باقی نہ رہے، گویا یہ روایت منقطع ہو چکی، لیکن اس کے انقطاع کا ثبوت

مٹا دیا گیا ہے، اور روایت بظاہر متصل قوی اور ثقات پر مبنی نظر آ رہی ہے، اسی کا نام تسویہ ہے، حالانکہ ''حضرتِ داغ جہاں بیٹھ گئے، بیٹھ گئے''۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ولید بن مسلمؒ ثقہ ہیں، جب وہ سماع کی تصریح کے ساتھ حدیث بیان کریں، زیر بحث روایت میں انہوں نے سند کی صرف ایک کڑی کو حدثنا کے ساتھ بیان کیا ہے، جو سماع کی تصریح پر دلالت کرتا ہے، لیکن شعیب ابن ابی حمزہ (شیخ الولید) سے رفع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک عنعنہ ہے، جس میں ان کی شعیب ابن ابی حمزہ سے اور ان کی اپنے شیخ ابوالزنادؒ سے سماع کی تصریح نہیں ہوتی، مدلس مسوی راوی کی ایسی روایت نا قابل حجت ہوتی ہے۔

تطبیق بین الزمرتین

روایت کے تتبع سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ولید بن مسلمؒ نے حدیث تو ''دخل الجنة'' تک ہی بیان کی ہوگی، مگر پھر اسمائے حسنیٰ جو انہوں نے اپنے اجتہاد و کوشش سے اخذ کئے تھے بیان کئے ہونگے، شاگردوں نے پورے بیان کو حدیث سمجھ کر نقل کر دیا اور اس طرح یہ صراحت کلام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہوگئی اور نقل در نقل ہوتی چلی گئی، یہی وجہ ہے کہ صراحت اسما میں زبردست اختلاف رونما ہو گیا۔ واللہ اعلم

اس طریق کے دوسرے تمام رجال ثقات ہیں، یہ طریق تینوں طرق میں صحیح کے سب سے زیادہ قریب ہے، سب سے زیادہ اسمائے حسنیٰ اسی طریق کے مشہور ہیں، لہٰذا دوسرے طرق پر تبصرے سے گریز کرتے ہوئے ہم اسی روایت کے اسماء کو پرکھنے کی سعی کرتے ہیں۔

اسمائے مرکبہ

آپ دیکھ رہے ہیں کہ بعض راویوں نے ان ناموں میں ذوالجلال والاکرام کو بطور نام درج کیا ہے اور مالک الملک کو بھی ،بعض نے ذوالقوۃ المتین کو بعض نے ذوالطول کو یہاں تک کہ بعض نے تو اَحداً صَمَداً الّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُواً اَحَدٌ (مستدرک حاکم) پوری عبارت کو اسماء میں مندرج کردیا ہے، جبکہ ان مرکبات کو اگر ہم ناموں میں شامل کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کریم میں استعمال شدہ دوسرے مرکب نام اس میں شامل نہ ہوں،مثلاً:

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(المائدہ ۱۰۹)ذُوْالْفَضْلِ(بقرہ۱۰۵) سَرِیْعُ الْحِسَابِ (غافر۱۷) شَدِیْدُ الْعِقَابِ (غافر۲۲) ذُوْالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ(بروج۱۵) خَیْرُالرَّازِقِیْنَ (مائدہ ۱۱۴) فَعَّالُ لِّمَایُرِیْدُ(ھود ۱۰۷)غَافِرُ الذَّنْبِ (غَافِر ۱)قابل التوب(غافر ۱)ذُوْالْمَعَارِجِ(معارج۳)رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (فاتحہ ۱) جَاعِلُ الْمَلٰئِکَۃِ (فاطر ۱)فَاطِرُالسَّمٰوٰتِ وَا لْأَرْضِ(فاطر ۱)سَمِیْعُ الدُّعَاءَ (إبراھیم ۳۹)ذُوْانْتِقَامِ(آلِ عمران ۵)فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی(أنعام)وغیرہ

ان کے علاوہ اورنام بھی ہیں جوقرآن کریم میں مذکورہیں توان کوبھی اس فہرست میں شامل کیا جائے گا ،اس طرح یہ تعداد بھی کافی بڑھ جائے گی اور اس میں ایسے اسماء بھی داخل ہوجائیں گے جو اسماء کے زمرے سے باہر ہوں گے، یارب ذوالجلال کی ستائش کے لائق نہ ہونگے۔

حقیقت یہ ہے کہ ننانوے اسماء الٰہی بالاستیعاب نہ ہی قرآن کریم میں وارد ہیں، اور نہ کسی بھی صحیح حدیث میں،جن روایات میں ان کا احصاء کیا گیا ہے ان میں اضطراب بھی

ہے اور ضعف بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ قاضی سلمان صاحب منصور پوری نے اس امر کو شب قدر کی طرح مستور قرار دیا، حالانکہ تعداد و تعیین ہر دو اعتبار سے ان کے موقف میں وسعت پائی جاتی ہے اور انہوں نے اپنی تصنیف میں ان تمام اسماء کو ہی بیان کیا ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایات میں وارد کئے گئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

''ہر سہ طریق روایات اور اسماء مبینہ پر غور کرنے کے بعد ایک متحقق و متجسس بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسماء الحسنی کی تعیین و تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں، غالباً اسے بھی ایسے ہی مصالح دینیہ پر چھوڑ دیا گیا ہے جیسے لیلۃ القدر کی تاریخ، یا یوم الجمعہ کی ساعت مقبولہ کو ترک (پوشیدہ) کیا گیا۔ (معارف الاسما ۲۹ از قاضی صاحب منصور پوری)

امام ابنِ تیمیہ کہتے ہیں

فتعيينها (اسماء الحسنیٰ) ليس من كلام النبيِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بإتفاق اهل المعرفة بالحديث (دقائق التفسير ۲ / ۴۷۵ لإبن تيميه)

اسمائے حسنیٰ کی تعیین جس روایت میں کی گئی ہے وہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے، اس پر علماء حدیث کا اتفاق ہے۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ مندرجہ ذیل اسماء قرآن کریم میں موجود ہیں، مگر اس فہرست سے غائب ہیں:

الْمَوْلیٰ النَّصِیْرُ الْقَدِیْرُ الْمُبِیْنُ الْأَحَدُ الْقَرِیْب الْمَلِیْکُ الْقَاهِر الشَّاکِرُ الْخَلَّاقُ الْمالک الْأَکْرَمُ الرَّب الْأَعْلیٰ الْإِلٰهُ''

اس کے برعکس کچھ اسماء ایسے ہیں جن کا وجود قرآن میں نہیں ہے، لیکن وہ یہاں داخل فہرست ہیں۔

اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ اَلبَاعِثُ اَلمحصی المبدئ المعید الممیت الواجد الماجد المقسط المغنی المانع الضار النافع الباقی الرشید الصبور

اس فہرست میں مرکب اسماء کو داخل فہرست کیا گیا ہے مثلاً مالک الملک ذوالجلال والاکرام مرکبات داخل اسماء ہیں جبکہ انکا مرکب معانی میں تحدید (تنگی) پیدا کرتا ہے، جس سے باری تعالیٰ کی تحمید وتوصیف کے مفہوم میں وہ کمال باقی نہیں رہتا جو ان کی ذات کو لائق ہے۔

دوسرے ائمہ کے منتخبات پر ایک نظر

جیسا کہ ہم گذشتہ سطروں میں بیان کر آئے ہیں کہ اسمائے حسنیٰ کی تعیین علماء کرام نے الگ الگ کی ہے، بعض علماء نے اس سلسلے میں احتیاط سے کام لیا ہے اور بعض نے توسع سے، کسی نے کوئی نام اختیار کیا کسی نے کوئی، لیکن بعض حضرات توسع کی انتہائی حدود سے بھی تجاوز کر گئے اور باری تعالیٰ کے اسماء ایسے ایسے رکھ ڈالے کہ العیاذ باللہ۔

اپنے بچے کا نام رکھتے ہوئے ایک صالح انسان غور وفکر سے کام لیتا ہے، اس کے معانی اور اثرات، صوتی اور ترکیبی حسن کو جانچتا اور پرکھتا ہے، معاشرے میں اس نام کی پیداوار اور ان کے مسمات کی عمومی حیثیت کو بھی نظر میں رکھ کر فیصلہ کرتا ہے، اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کتنے ہی نام ایسے رائج ہیں جنہیں کوئی شریف آدمی اپنے لئے پسند نہیں کرتا، اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ انسان ان ناموں میں بھی خطا کا ارتکاب کر جاتا ہے جس کے مسمی اور مخاطب اس کے سامنے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی شان تو بہت ارفع واعلیٰ ہے، لہٰذا جب ہم اس کے لئے کوئی نام ثابت کریں گے جو خود اس نے اپنے

لئے نہ رکھا ہوتو لازماً ایسی تعریف کر بیٹھیں گے جو مولیٰ کے شایان شان نہ ہوگی، اپنے مالک کی حمد وثنا، تمجید وتقدیس بیان کرنے کے بجائے مذمت وملامت اور تحقیر وتذلیل کر بیٹھیں گے، بھلے ہی یہ فعل غیر ارادی اور خطا اجتہادی ہو، لیکن اس کے ناقابل تقلید اور لازم تردید ہونے میں تو کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

چنانچہ دیکھئے کہ ابن مندہؒ، (۳۱۰-۳۹۵ھ) ابن العربیؒ، (۴۶۸-۵۴۳ھ) ابن الوزیرؒ (۷۵۸-۸۲۲ھ) نے کوئی مرکب نہیں چھوڑا یہاں تک کہ:

خیر الماکرین، مخزی الکافرین، عدو للکافرین، اهل التقوی، اهل المغفرة، واسع المغفرة ،منزل الکتاب ، کاشف الکرب، فارج الهم ،ذوالطول والاحسان، ذو الرحمة الواسعة، عالم الغیب والشهادة، علام الغیوب، مقلب القلوب، نعم القاهر، کاشف الضر، نعم الماهد، مخرج الحی من المیت ، مخرج المیت من الحی، جاعل اللیل سکناً، أسرع الحاسبین وغیره

جیسے پچاسوں اسماء ذکر کئے ہیں، کیا ان مرکبات بلکہ عبارات کو اسم کا نام بھی دیا جا سکتا ہے؟ ان کے معانی میں تحدید ہے، بعض محض خبراً وارد ہیں۔

تفریط وتنقیص پر مبنی اسماء

ایک لفظی اسماء میں بھی ان کے بعض تفردات ومختارات بے مثال، عجیب وغریب، غیر سنجیدہ اور تحمید وتقدیس کے بجائے تنقیص وتفریط پر مبنی ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو:

الکانن ،البالی ،المبلی، المبتلی ،الفاتن، المبغض، المذکور ، المرید، الطبیب، المحب، الرضا ،السخط، الغیور، المبرم، المنذر الممتحن، الأقوی، الفاعل، الأعظم، المنشی، الزارع، الکاتب، المرسل، المستمع،

المنزل، المعبود، الأعلم، الأحكم، المغيث، الكاشف ، الغياث، الوافى، الفرد، الصاحب، الطهر، القاضى، المقدر، الموسع، المنعم، المفرج، المعافى، المطعم، النذير، البادئ، الذارئ، الصانع وغيره۔

(دیکھئے التوحید، ج ۲ لابن منده، أحکام القرآن، لابن عربی، إیثار الحق علی الخلق، لابن الوزیر، الأسماء والصفات، للبیهقی)

ان اسماء میں سے بعض کے معانی بھی ذاتِ باری کے لئے ثابت کرنا درست نہیں، جیسے **المبغض** (بغض رکھنے) والا قرآن وسنت میں جہاں کہیں اس طرح کے بیانات آئے ہیں ان کا خاص موقع ہے، ان کو سیاق وسباق کے ساتھ ملائے بغیر درست طور پر نہیں سمجھا جا سکتا، نہ ان کے معانی عام، نہ موقع، پھر ان کے ساتھ اسمائے الٰہی کا انتخاب کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

ابن ماجہ کا انتخاب

ابن ماجہؒ نے اپنے انتخاب میں کافی فرق کیا ہے۔

حدثنا هشام بن عمار حدثنا عبدالملك بن محمدالصنعانى حدثنا أبو المنذرزهير بن محمد التميمى حدثنا موسى بن عقبة حدثنى عبدالرحمن الأعرج عن أبى هريرة أن رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ إنّ لله تسعة وتسعين إسما مائة غير واحد إنه وترٌ يحب الوتر من حفظها دخل الجنة وهى الله الواحد الصمد★الخ

انکے انتخاب میں ایک سو ایک اسماء ہیں، ترتیب بھی بالکل نئی ہے، اور کئی اسماء بھی، انھوں نے اپنے انتخاب میں جو مزید نئے اسماء داخل فہرست کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

البارّ، البرهان، الراشد، الشديد، الواقى، ذو القوة، القائم، الدائم، الفاطر السامع، الأبد، العالم، الصادق، المنير، التام، القديم، الوتر، الأحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد۔

مستدرک حاکم اور مسند احمد میں **المدبر** کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اسماء کے احصاء میں کوتاہی

احادیث کی کتابوں میں تو جو اضطراب اس سلسلے میں ہے، وہ ہے ہی، تعجب کی بات یہ ہے کہ جو اسماء قرآن میں موجود ہیں ان کا بھی احصاء مکمل طور پر نہیں کیا گیا اور اس سلسلے میں ایسی کھلی کوتاہی کی گئی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر ابنِ حزمؒ کا بیان ملاحظہ کریں:

وجائت أحاديث فى إحصاء التسعة والتسعين اسماء لا يصح منها شىء اصلاً فإنما نأخذ من نص القرآن ومما صح عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم وقد بلغ إحصائنا منها إلىٰ ما نذكر (المحلى ۱/۳۱)

جو احادیث ننانوے کے احصاء کی تعیین (اسماء کی فہرست) کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں وہ بے بنیاد ہیں، ہم نے ان ناموں کی فہرست بنائی ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں تو وہ اس عدد کو پہنچ گئی ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

ظاہر ہے کہ حدیث سے جو عدد ثابت ہے وہ ننانوے ہے، لیکن پھر انہوں نے جو فہرست دی ہے تو اس میں صرف چوراسی اسماء ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں ایسے ایسے اسماء بھی موجود ہیں جن کا قرآن وحدیث سے دور کا علاقہ بھی نہیں، وہ اسماء درج ذیل ہیں:

یہ تین اسماء ہیں جن کو بطور اسم الٰہی ہونے کے قرآن وسنت سے ذرا تعلق نہیں ،

الأكبر، الأعز، الدهر،

ابن جعفر کا بیان اور عدد

اسمائے حسنیٰ کی تعداد، تعیین اور احصاء کے سلسلے میں کتنی سنجیدگی اختیار کی گئی ہے، اس کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ایک روایت اور ملاحظہ کریں:

حدثنا سليمان بن احمد ثنا احمد بن عمر الخلال المكى ثنا محمد بن عمر المكى ثنا محمد بن جعفر بن محمد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب قال : سألت أبى جعفر بن محمد عن الأسماء التى قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إن لله تسعة وتسعين إسما من أحصاها دخل الجنة وإنها لفى كتاب الله منها فى فاتحة الكتاب خمسة أسماء وفى البقرة ثلاثة وثلاثون إسما وفى آل عمران خمسة أسماء وفى النساء سبعة أسماء وفى الأنعام ستة أسماء وفى الأعراف حرفان وفى الأنفال حرفان وفى هود أربعة أسماء وفى الرعد حرفان وفى إبراهيم إسم واحد والحجر اسم واحد وفى مريم ثلاثة أسماء وفى طه اسم واحد وفى الحج اسم واحد وفى المؤمنين اسم واحد وفى النور ثلاثة أسماء وفى الفرقان اسم واحد وفى سبأ اسم واحد وفى الزمر أربعة أسماء وفى المؤمن أربعة أسماء وفى الذاريات اسمان وفى الطور اسم واحد وفى اقتربت الساعة حرفان وفى الرحمن أربعة أسماء وفى الحديد أربعة أسماء وفى الحشر إحدى عشر وفى البروج حرفان وفى الفجر واحد وفى الإخلاص حرفان★

(إن لله تسعة وتسعين اسما۔ للأصبهانى ص ١٢٦)

محمد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین سے ان اسماء کے بارے میں معلوم کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں جس نے ان کو حاصل کرلیا وہ جنت میں جائے گا، وہ اسماء قرآن مجید میں ہیں فاتحہ میں ۵، بقرہ میں ۳۳، آل عمران میں ۵، نسا میں ۷، انعام میں ۶، اعراف میں ۲، انفال میں ۲، ہود میں ۴، رعد میں ۲، ابراہیم میں ۱، حجر میں ۱، مریم میں ۳، طٰہٰ میں ۱، حج میں ۱، مؤمنون میں ۱، نور میں ۳، فرقان میں ۱، سبا میں ۱، زمر میں ۴، مومن میں ۴، ذاریات میں ۲، طور میں ۱، اقتربۃ الساعۃ میں ۲، رحمن میں ۴، حدید میں ۴، حشر میں ۱۱، فجر میں ۱، بروج میں ۲، اخلاص میں ۲۔

اس سے قطع نظر کہ اس روایت کی حیثیت کیا ہے یہ دیکھئے کہ اس میں جو روایت بیان کی جارہی ہے، اس میں تعداد ننانوے ہے اور پھر جو شمار کیا جارہا ہے تو تعداد ۱۱۶ ہے نہ کہ ننانوے، اس طرح کے بیانات کی اس سلسلے میں کافی تعداد ہے، پھر جو اسماء ان سورتوں کی طرف منسوب کرکے بیان کئے گئے ہیں، ان پر بھی ایک نگاہ ڈالتے چلئے۔

فأما الخمسة فی فاتحة الکتاب یا اللہ یا رب یا رحمن یا رحیم یا مالک وأما الثلاثة والثلاثون فی البقرة یامحیط یا قدیر یا علیم یا حکیم یا تواب یا رحیم یا بصیر یا عظیم یا ولی یا نصیر یا واسع یا بدیع یا سمیع یا عزیز یا کافی یا رؤف یا شاکر یا واحد یا قوی یا شدید یا قریب یا مجیب یا سریع یا حلیم یا خبیر یا قابض یا باسط یا حی یا قیوم یا غنی یا حمید وأما لتی فی آل عمران یا وھاب یا قائم یا صادق یا منعم یا متفضل، وأما التی فی النساء یا رقیب یا حسیب یا شھید یا علی یا کبیر یا وکیل وأما التی فی الأنعام یا غفور یا برھان یا فاطر یا قاھر یا ممیت وأما التی فی الأعراف یا محیی یا ممیت (مکرر) وأما التی فی الأنفال یا نعم المولیٰ ونعم النصیر وأما التی فی ھود یا محیط (مکرر) یا مجید یا ودود یا

فعال لما یرید و أما التی فی الرعد یا کبیر یا متعال (الوال کا ذکر نہیں) **وفی سورۃ ابراھیم یا منان وفی الحجر یا خلاق وفی مریم یا صادق** (مکرر) **یا وارث یا فرد وفی طه یا غفار وفی الحج یا باعث وفی المؤمنین یا کریم وفی النور یا حق** (روایت میں تین ناموں کا تذکرہ ہے یہاں صرف ایک بیان کیا گیا ہے) **وفی الفرقان یا ھاد وفی سبا یا فتاح وفی الزمر یا عالم الغیب والشھادۃ وفی المؤمن یا غافر الذنب یا قابل التوب یا ذالطول یا رفیع وفی الذاریات یا رزاق یا ذالقوۃ المتین وفی الطور یا بر وفی اقتربت الساعۃ یا ملیک یا مقتدر وفی الرحمن یا رب المشرقین و یا رب المغربین یا ذالجلال والاکرام وفی الحدید یا أول یا آخر یا ظاھر یا باطن وفی الحشر یا ملک یا قدوس یا سلام یا مومن یا مھیمن یا عزیز** (مکرر) **یا جبار یا متکبر یا خالق یا بارئ یا مصور وفی البروج یا مبدئ یا معید وفی الفجر یا وتر وفی الإخلاص یا أحد یا صمد**

(إن للہ تسعۃ و تسعین إسما للأصبھانی ۱۶۷)

طریق استنباط

اس فہرست کے اندر یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ کئی اسماء مکرر آ گئے ہیں، اسی کے ساتھ کئی اہم اسماء رہ گئے ہیں، الاعلیٰ المولیٰ الہادی النور الشکور وغیرہ نام رہ گئے ہیں، ان کے بجائے نعم المولیٰ، نعم النصیر، رب المشرقین، رب المغربین کو جگہ دی گئی ہے، معلوم نہیں ہوسکا کہ رب العزۃ، (صفّت ۱۷۹) رب السمٰوٰت ورب الأرض، (جاثیہ ۳۶) رب العرش (مؤمنون ۱۱۶) کو کس بنا پر چھوڑ دیا گیا ہے، نہ یہ معلوم ہو سکا کہ مفرد کو چھوڑ کر مرکب کو کیوں اختیار کیا گیا؟

یہ بھی دیکھئے کہ سورۃ مریم سے فرد لیا گیا ہے آیت ملاحظہ ہو:

و کلھم أتیہ یوم القیمٰة فرداً (مریم ۹۴)

اور قیامت کے دن سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا آئیں گے۔

سورۃ والفجر سے وتر لیا ہے آیت ملاحظہ کریں:

والفجرِ ★ ولیالٍ عشر ★ والشفع والوتر ★ (۳)

صبح کی قسم، اور ذی الحجہ کی دس راتوں کی، جفت اور طاق کی۔

ان آیات میں اسمائے حسنیٰ کی کوئی دلیل موجود نہیں، بنائے گئے بلکہ فرض کئے گئے نام ہیں، جن کی کوئی گنجائش نہیں۔

ان جملہ وجوہ کی بنا پر عارفین حدیث نے ان روایات پر اعتراضات کئے ہیں، ابو محمود عبدالرزاق مصنفِ ''اسماء الحسنیٰ'' کہتے ہیں:

إن غالب العامة من الأمة منذ بداية القرن الثالث الهجری حتی الأن یحفظون الاسماء الحسنیٰ التی أدرجت أو أضیفت إلی حدیث الترمذی من روایة الولید ابن مسلم (ت ۱۹۵ ھ) وھی باتفاق أھل العلم والمعرفة بالحدیث لیست من کلام النبی ﷺ ولکنھا اجتھاد من الولید ابن مسلم جمع به من القرآن والسنة تسعة وتسعین اسما ، وقد ظھر فی ھذا البحث أن سبعین منھا فقط علیھا دلیل من القرآن والسنة، أما باقی الأسماء وعددھا تسع وعشرون إما أنه لا دلیل علیھا أو لا توافق شروط الإحصاء★

اکثر عوام نے تیسرے قرن ہجری سے اب تک جو اسمائے حسنیٰ یاد کئے ہیں وہ وہی ہیں جن کو ترمذی کی سنن میں بروایت ولید ابنِ

مسلم(۱۹۵ھ) مندرج یا منسوب کیا گیا ہے، اور اس بات پر اہلِ علم اور عارفینِ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں ہے، بلکہ ولید بن مسلم کا اپنا اجتہاد ہے جس کی بنیاد پر انہوں نے بزعمِ خویش قرآن وحدیث سے ننانوے ناموں کا احصاء کیا ہے جبکہ یہ حقیقت ظاہر و باہر ہے کہ ان میں صرف ستر اسماء ایسے ہیں جو اس دعوے پر پورے اترتے ہیں باقی ۲۹ نام ایسے ہیں جن پر قرآن وحدیث سے یا تو دلیل نہیں ہے یا پھر وہ شرائط پر کھرے نہیں اترتے (اسماء الحسنی ۱۳۱/۴)

چنانچہ ان روایات میں بعض ایسے نام شامل کئے گئے ہیں جن کی قرآن وسنت میں کوئی سند نہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں نشاندہی کی گئی ہے۔

بہرحال ان روایات میں جو اسماء کی تفصیل دی گئی ہے اس کے کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہونے پر کافی دلائل موجود ہیں، اور علماء کرام، حفاظ حدیث نے تقریباً اس پر اجماع کیا ہے، اس کے باوجود بعض علماء نے ان کو بطور سند پیش کیا ہے، اور ان میں مذکور اجتہادی ناموں پر دلائل بنانے کے لئے کافی محنت کی ہے، حضرت قاضی منصور پوریؒ نے تقریباً تمام ہی ناموں کو اسم اللہ قرار دیا ہے، لیکن اس توسع کے باوجود بعض ناموں کے سلسلے میں انہوں نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے ہیں مثلاً البرہان کے سلسلے میں کہتے ہیں:

''مجھے نہیں معلوم ہوسکا کہ برہان بطور اسم الٰہی کسی آیت سے ماخوذ ہے''

معارف الاسماء(۲۷۶)

ان اختلافات کی بنا پر ضروری قرار پایا کہ اسمائے الٰہی کے انتخاب کے اصول وضوابط ہوں، لہٰذا علمائے کرام نے اس کے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں۔

شرائط احصاء

علمائے کرام نے اسمائے حسنیٰ کے انتخاب کے لئے جوقواعدقرآن وسنت کی روشنی میں طے کئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ا۔ وہ اسم قرآن کریم یا حدیث شریف میں موجود ومعہود(مذکور) ہو، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنىٰ فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهٖ ★(أعراف ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں سواس کوان ناموں کے ساتھ ہی پکارا کرواوران لوگوں کی روش نہ اختیارکروجواس کے ناموں میں کفروالحادسے کام لیتے ہیں

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوااللّٰهَ أَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَياً مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى. (أسرا۱۱۰)

کہہ دیجئے !اللہ کہہ کے پکارو یا رحمن کہہ کے پکارو،جس طرح چاہے پکارواس کے سارے نام اچھے ہیں۔

یہ آیات اس امر کی متقاضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام موجود ومعہود ہوں انہیں اشتقاق کے ذریعہ بنانے کی حاجت نہ ہونی چاہئے۔

۲۔قرآن میں وہ علمیت کے ساتھ وارد ہوا ہواوراسم ہونے کی علامات اس پرداخل ہوئی ہوں جیسے حرفِ جر،مثلاً

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ(فصلت ۲)

تنوین جیسے بلدۃٌ طیبۃٌو ربٌ غفورٌ (سبا ۱۵) یاءندا، جیسے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْآنَ مَھْجُوْراً (الفرقان ۳۰) یا معرفہ بالألف واللام جیسے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلیٰ (الأعلیٰ ۱) یااس کو مسند الیہ بنایا گیاہو جیسے اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِہٖ خَبِیْراً (الفرقان ۵۹)

ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (حشر ۲۴)

۳۔ وہ اسم مطلق ہومقید نہ ہو، نہ اضافت سے اور نہ کسی اور اقتران سے، یعنی وہ اسم بذاتہ اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان کرنے کا اہل ہواور قرآن یا حدیث میں مطلق بھی وارد ہوا ہو کیونکہ جو تقیید کے ساتھ ہی ثنا کرتا ہوتو اس لفظ کی ثنا مقید ہونے کی وجہ سے اسم الٰہی بننے میں حارج ہوگی، جیسے شدید (رعد ۱۳)

فالق (انعام ۹۴) جاعل (فاطر ۱)۔

مقید اسماء

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اسم قرآن پاک میں اضافت یا دوسرے کسی اقتران سے مقید ہی وارد ہوا ہو، لیکن اس میں اس کی صلاحیت موجود ہو کہ وہ مطلق بولا جا سکتا ہو اور مطلق ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ اس کے معنی پوری طرح واضح ہوں بلکہ ان میں وسعت پیدا ہو جاتی ہوتو ایسے لفظ کو اسمائے حسنٰی میں بصورت مفرد لکھا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ وہ لفظ بلا تقیید اپنے معنی پوری طرح بیان کرنے سے قاصر ہو یا مفرد استعمال کرنے کی صورت میں اس کے معنی میں تفریط (کمی) پیدا ہو جاتی ہوتو یقیناً اس لفظ کو اسماء حسنٰی میں شامل کرنا درست نہ ہوگا، مثلاً لفظ المالک، قرآن کریم میں یہ لفظ مطلق وارد نہیں

ہوا بلکہ اضافت کے ساتھ مقید ہوکر آیا ہے، مالک یوم الدین (فاتحہ) مالک الملک (آل عمران) لیکن اس کے اندر مطلق ومفرد استعمال ہونے کی بھرپور صلاحیت ہے، اور اس کے معنیٰ مطلق ہونے کی صورت میں مزید وسیع ہوجاتے ہیں، لہٰذا اسے اکثر ائمہ نے اپنے منتخبات میں جگہ دی ہے۔

۴۔اس اسم کے اندر ایسی توصیف وتحمید پائی جاتی ہو، جس کا مقصود مطلق، اور لذاتہ ثابت ہوتا ہو، نہ یہ کہ وہ اسم اپنے معانی کے اندر انفعالیت کا تصور رکھتا ہو جیسے لفظ ''الدہر'' کہ اس کا مصداق خود مخلوقیت کے معانی پر دلالت کرتا ہے۔

۵۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے اندر پائے جانے والے معنوں میں صفت کمال پائی جاتی ہو، اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت تمام صفات جمال وکمال، قوت واختیار پر مطلقاً دلالت کرتی ہیں، جیسے بزرگی وعزت، حیات وقوامیت، جودوکرم، رحمت وحکمت وغیرہ تمام کی تمام کمال کے اعلیٰ درجے کا تصور پیش کرتی ہیں، اسکے برعکس جن صفات میں نقص، عجز یا کمزوری کا عنصر کسی بھی وجہ سے پایا جاتا ہو جیسے موت، نیند، غفلت، انکساری، ہزیمت وغیرہ، ان کو اللہ کے لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا نہ حقیقتاً نہ مجازاً، نہ کنایۃً نہ صراحتاً۔

٦۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ استحسان کے کمال پر دلالت کرتی ہوں اگر ان کا یہ استحسان کمال کے اعلیٰ درجہ سے ذرا بھی منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی، جیسے قبض، رفع وغیرہ) اسی طرح ایسے افعال جن کا کیا جانا علیٰ سبیل التوصیف والتحمید بیان نہ کیا جاتا ہو ان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا نام (**وله الاسماء الحسنیٰ فادعوه بها**) کے زمرے میں نہیں آئے گا بھلے ہی فعلاً ان میں سے کوئی کام

اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیا جانا ثابت ہو، جیسے الممیت، الضار، الخافض، وغیرہ، کیونکہ کیا جانے والا ہر کام انسان کیلئے بھی اسم تخلیق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ کی ذات تو نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف بیان کرنا چاہتا ہے، تو وہ کہتا ہے میرے اچھے ابا جو مجھے اچھے اچھے کپڑے لا دیتے ہیں، میرے پیارے ابا جنھوں نے میری تربیت کا بہترین انتظام کیا، مجھے بہترین تعلیم دلائی، مجھ سے ہمدردی اور غم خواری کا حق ادا کر دیا وغیرہ، مگر یوں نہ کہے گا کہ میرے اچھے ابا جو غلطی پر مجھے تھپڑاتے ہیں، بہت زیادہ غصہ کرتے ہیں، مجھے خرچ دیتے بھی ہیں اور کنجوسی بھی کرتے ہیں، وغیرہ، حالانکہ ممکن ہے یہ افعال اس سے ثابت ہوں، پھر اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کیلئے نام بھی انھیں افعال سے رکھ چھوڑے تو باپ اس سے خوش نہیں بلکہ ناراض ہوگا۔

اس طرح ان ناموں کو ہم اسمائے حسنیٰ میں شامل نہیں کر سکتے جن کو اللہ تعالیٰ نے خود یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تعلیم نہیں فرمایا۔ ملاحظہ ہو،

اسماء الحسنی الثابتة بالکتاب والسنة للرضوانی، اسماء اللہ الحسنیٰ للغصن

عبدالرزاق الرضوانی کا انتخاب

اب تک اسمائے حسنیٰ کے متعلق سب سے مفصل بحث ابومحمود عبدالرزاق الرضوانی نے کی ہے، انھوں نے ہر ایک نام کے سلسلے میں مکمل چھان بین کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ یہ بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو کس طرح پکارا، کس کس دعا میں اس نام کو لیا گیا۔

لیکن انہوں نے بھی جب غریب الفاظ کو اسمائے حسنیٰ میں مندرج کیا، تو اغماض سے کام لیا اور استدلال بالصواب سے چشم پوشی برتی۔

صاحب اسمائے حسنیٰ عبد الرزاق الرضوانی نے اسمائے حسنیٰ کی جو فہرست بنائی ہے، وہ درج ذیل ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ إِلَّا هُو الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوس السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ اَلْجَبَّار الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّر الْأَوَّلُ اْلآخِرُ الظَّاهِر الْبَاطِنُ السَّمِیْع الْبَصِیْرُ الْمَوْلیٰ النَّصِیْر الْعَفُو الْقَدِیْرُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْر الْوِتْرُ الْجَمِیْلُ السَّتِّیْرُ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ الْوَاحِدُ الْقَهَّار الْحَقُّ الْمُبِیْنُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ الشَّکُوْرُ الْحَلِیْمُ الْوَاسِعُ الْعَلِیْمُ التَّوَّابُ الْحَکِیْم الْغَنِیُّ الْکَرِیْمُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ الْغَفُوْر الْوَدُوْدُ الْوَلِی الْحَمِیْدُ الْحَفِیْظُ الْمَجِیْد الْفَتَّاحُ الشَّهِیْدُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْمَلِیْکُ الْمُقْتَدِرُ الْمُسَعِّر الْقَابِض الْبَاسِط الرَّازِقُ الْقَاهِرُ الدَّیَّانُ الشَّاکِرُ الْمَنَّانُ الْقَادِرُ الْخَلَّاقُ الْمالکُ الرَّزَّاقُ الْوَکِیْلُ الرَّقِیْبُ الْمُحْسِنُ الحَسِیْبُ الشَّافِیُ الرَّفِیْقُ الْمُعْطِیُ الْمُقِیْتُ السَّیِّدُ الطَّیِّبُ الْحَکَمُ الْأَکْرَمُ الْبَرُّ الْغَفَّار الرَّؤُفُ الْوَهَّاب الْجَوَّادُ السُّبُّوحُ الْوَارِثُ الرَّبُّ الْأَعْلیٰ الْإِلٰهُ"

رضوانی کی فہرست کے غریب اسماء

اس فہرست میں بھی کئی نام غریب ہیں اور وہ خود صاحب اسمائے حسنیٰ کے اصولوں پر کھرے نہیں اترتے، ان میں سے بعض حدیث میں بطور خبر آئے ہیں، اور بعض تو کسی حدیث میں ہیں ہی نہیں، وہ غریب اسماء یہ ہیں:

السَّتِّيرُ السَّيِّدُ الطَّيِّب الْجَوَّادُ الْمُحْسِنُ الرفيق الوتر الجميل۔

یہ آٹھ اسماء ایسے ہیں جن کو ہم نے اپنے انتخاب میں شامل نہیں کیا ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ اسماء احادیث میں خبراً وارد ہوئے ہیں نہ کہ عَلَمۃً آگے ہم ان احادیث کو نقل کریں گے جن میں یہ الفاظ آئے ہیں، چنانچہ اس انتخاب کے ۸۰ نام قرآن سے ماخوذ ہیں ۱۹ پر حدیث سے استدلال کیا ہے، ان میں سے بعض احادیث صحیحہ میں بطور علَم وارد ہوئے ہیں، ہم نے انکی نشاندہی کردی ہے، بعض خبراً وارد ہوئے ہیں، جن میں کوئی دلیل اسم اللہ ہونے کی موجود نہیں ہے، لیکن ان کو بھی داخل اسماء کیا گیا ہے، وہ اسماء یہ ہیں۔

المحسن

یہ لفظ قرآن میں موجود ہے، لیکن بطور اسمائے حسنیٰ کے نہیں، بلکہ مومنین کی صفت بیان کرنے کے لئے آیا ہے، ملاحظہ کریں سورۂ بقرہ:

بلیٰ من أسلم وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه★

ہاں ضرور! جو شخص اسلام لائے اور اللہ کی طرف رخ کرلے اور وہ مخلص ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔

وَأَحۡسِنُوۡا إِنَّ اللّٰہَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ★

ہاں احسان کا معاملہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان تمام آیات میں احسان کرنے والے لوگوں کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے نہ کہ ذات باری تعالیٰ کے لئے چنانچہ ان آیات کی روشنی میں یہ اسمائے حسنیٰ میں

داخل نہیں ہوسکتا، ایسی کوئی حدیث بھی پیش نہیں کر سکے جو اس کو اسم اللہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہو، انہوں نے اس سلسلے میں جو استدلال پیش کیا ہے وہ یہ ہے:

الاسم الواحد والتسعين من أسماء الله الحسنیٰ ،اسم الله المحسن ــــــــــــ ورد عندا لطبرانی وصححه الشيخ الألبانی من حديث أنس ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: (اذا حكمتم فاعدلوا وإذا قتلتم فأحسنوا فإن الله عزوجل محسن يحب الإحسان: (اسماالله الحسنی ۱/۲۰)

اس حدیث کو دوسرے طرق سے الفاظ کی کمی اور زیادتی کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے حیرت کی بات ہے کہ ان کی نگاہ اس پر نہیں گئی کہ اس لفظ کو خود اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی شان میں بیان کیا ہے، زیر بحث حدیث میں جملہ **وإذا قتلتم فأحسنوا** میں بھی مومن ہی مخاطب ہیں اور جب وہ اس حکم پر عمل کریں گے تو ان کے لئے ہی محسن کا لفظ صادق آئے گا، اس حدیث کے سیاق میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنے سے یہ لفظ بجائے تحمید کے تنقیص کا مفہوم ادا کرے گا۔

السِتّیر

اس کے سلسلے میں بھی جو احادیث پیش کی گئی ہیں ملاحظہ ہوں:

وقد ورد المعنی محمولاً عليه مسندا إليه كما ورد فی الحديث السابق الذی رواه أبو داؤد وصححه الشيخ الألبانی (إن الله عز وجل حيیٌ ستير يحب الحياء والستر فإذا اغتسل أحدكم فليستتر)

(أسماءالله الحسنی ۱/۲۲)

یہ لفظ حدیث کے اندر مسند الیہ کے معنی میں وارد ہوا ہے جیسا کہ ابوداود نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اس کی توثیق کی ہے (بے شک اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا اور پردہ پوش ہے، حیا اور پردہ پوشی کو ہی پسند کرتا ہے، تو جو تم میں سے غسل کرے تو اسے چاہئے کہ پردہ اختیار کیا کرے۔

حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پردہ پوشی پردہ نشینی کے معنی میں ہے، یہاں اس کو مسند الیہ قرار دینا بھی محل نظر ہے بلکہ صاف طور پر یہاں یہ لفظ مسند کے معنی میں ہے، لہٰذا یہ خبر ہے نہ کہ عَلَم اس کے بعد انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ایسی حدیث پیش کی ہے جس میں یہ لفظ بطور دعا آیا ہے، اسے پڑھ کر مزید حیرت ہوتی ہے:

عن ابن عمر أنه قال (لم يكن رسول الله ﷺ يدَع هؤلاء الدعوات حين يمسى وحين يصبح: اللهم إنى أسئلک العافية فى الدنيا والآخرة اللهم إنى أسئلک العفو والعافية فى دينى ودنياى وأهلى ومالى اللهم استُر عورتى أو عوراتى وآمن روعاتى اللهم احفظ من بين يدى ومن خلفى وعن يمينى وعن شمالى ومن فوقى وأعوذ بعظمتک أن اغتال من تحتى) الخسف (۲۳/۱۷)

ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح، شام ان دعاؤں کو ترک نہیں کرتے تھے: ترجمہ (اے اللہ میں آپ سے دنیا وآخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ میں سوال کرتا ہوں معافی کا اپنے دینی معاملات میں بھی اور دنیاوی امور میں بھی اپنے اہل وعیال، اور مال کے سلسلے میں بھی، اے اللہ میری پردہ پوشی فرمایئے، اور گھبراہٹ میں سکون عطا فرمایئے، اے اللہ میری حفاظت کیجئے سامنے سے، پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے، اوپر سے بھی، اور آپ کی عظمت کی پناہ لیتا ہوں کہ مجھ پر نیچے سے کوئی حملہ ہو!

حدیث میں پردہ پوشی کی درخواست کی گئی ہے، مگر اللہ کو بطور پردہ پوش الستیر کہہ کے پکارا نہیں گیا ہے۔

اسمائے حسنیٰ میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسکو بطور علم استعمال کیا گیا ہو، جبکہ ان احادیث میں یہ اسماء علم نہیں بلکہ بطور خبر وارد ہوئے ہیں۔

الرفیق

یہ لفظ بھی ایک حدیث سے لیا گیا ہے:

إن الله رفیق یحب الرفق

(مسلم، کتاب البر والصله باب فضل الرفق ح۲۵۹۳)

اللہ تعالیٰ رفیق ہے، رفق کو پسند کرتا ہے۔

الطیب

قال رسول الله ﷺ إن الله طیب لا یقبل إلا طیباً

مسلم کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من کسب الطیب وتربیتها' ح۱۰۱۵، مسند احمد ۲/۳۲۸، الدارمی کتاب الرقاق باب فی أکل الطیب ۲/۳۰۰)

اللہ تعالیٰ طیب ہے طیب مال کے علاوہ قبول نہیں کرتا۔

الوتر

قال رسو الله ﷺ إن الله وتر یحب الوتر (متفق علیه)

آقا ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ وتر ہے وتر کو پسند کرتا ہے۔

الجمیل

قال رسول الله ﷺ إن الله جمیل یحب الجمال

(مسلم باب تحریم الکبر وبیانه ح۱۳۱

اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے۔

الحیی

قال رسول اللہ ﷺ إن اللہ حیِیٌ ستیر

(مسند احمد باب حدیث یعلی بن أمیہ ح ۱۷۹۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا پردہ کرنے والا ہے

ان تمام احادیث میں یہ الفاظ بطور خبر وارد ہوئے ہیں نہ کہ بطور اسم لہٰذا ان کو اسمائے حسنیٰ میں شامل نہیں کیا جانا چاہیے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ **إن اللہ نظیف یحب النظافہ (ترمذی باب ما جاء فی النظافۃ ح ۲۷۲۳)** اور **إن اللہ محسن کتب الإحسان علیٰ کل شیء (بیہقی باب الزکوۃ بالحدید ح ۱۸۹۱۹)**

(جیسے جملے احادیث میں وارد ہوئے ہیں، خبر اور اسم میں فرق ہوتا ہے۔

صفت، خبر اور اسم میں فرق

لفظ ''اللہ'' کے سوا باقی تمام اسمائے الٰہی صفاتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام صفات اسمائے حسنیٰ میں داخل ہو سکتی ہیں، اس میں عموم خصوص کی نسبت ہے، یعنی یہ تو لازم ہے کہ ہر اسم صفاتی اللہ تعالیٰ کی صفت ثنائیہ پر دلالت کرتا ہو لیکن ہر ایک صفت اسم ہو یہ لازم نہیں، جیسا کہ بعض ذاتی صفات ہیں جیسے ید (ہاتھ) عین (آنکھ) وغیرہ ان صفات سے کوئی اسم نہیں بنایا جا سکتا۔

ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) کہتے ہیں:

''أسماء الرب تعالیٰ ھی أسماء ونعوت، فإنھا دالۃ علی صفات کمالہ، فلا تنافی فیھا بین العلمیۃ والوصفیۃ فالرحمن إسمہ تعالیٰ ووصفہ لاتنافی اسمیۃ

وصفية، فمن حيث هو صفة جرى تابعاً على اسم الله تعالىٰ، ومن حيث هو اسم ورد في القرآن غير تابع بل ورود الاسم العلم★

(بدائع الفوائد لابن القيم ۱/۲۴)

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عَلَم بھی ہیں اور حمد وثنا بھی، لہٰذا وہ صفات کمالیہ پر دلالت کرتے ہیں، اسم صفت کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ لفظ رحمن اللہ تعالیٰ کا اسم بھی ہے اور صفت بھی، تو اس کے اسم یا وصف ہونے میں کوئی تغایر (الگاؤ) نہیں، ایک اعتبار سے وہ وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسم میں جاری ہے اور دوسری حیثیت سے وہ اسم ہے اور بنا کسی وصف کی وضاحت کے قرآن میں وارد ہوا ہے۔

پہلے امر کی مثال هو الله الذى لا إله هو الرحمن الرحيم (الحشر ۲۳) ہے اور دوسرے کی مثال ہے قل ادعو الله أو ادعو الرحمن أيا ما تدعوا (إسرا)

”وكذالک فإن الأسماء مشتقة من الصفات كما سبق إذ الصفات مصادر الأسماء الحسنىٰ★

(شفاء العليل لإبن القيم الجوزى علیہ الرحمۃ ۵۶٦)

اسی طرح اسماء صفات سے مشتق ہوتے ہیں جیسا کہ گذرا، اس لئے کہ صفات ہی اسماء حسنیٰ کا مصدر ہیں،

أسماء الله كل ما دل علىٰ ذات الله مع صفات الكمال القائمة به مثل القادر، العليم، السميع، البصير، فإن هذه الأسماء دلت علىٰ ذات الله، وعلىٰ ما قام بها من العلم والحكمة والسمع والبصر، فالإسم دل علىٰ أمرين، والصفة دلت علىٰ أمر واحد★

(فتاوىٰ اللجنه الدائمه للبحوث العلميه والإفتاء، احمد دويش، ۳/۱۱٦)

اسمائے الٰہی میں ہر وہ نام شامل ہے جو صفت کمال کے مستقل بالذات ہونے کے ساتھ ساتھ ذات باری تعالیٰ پر بھی دلالت کرے مثلاً القادر، العلیم، السمیع البصیر، اس لئے کہ یہ اسماء ذات باری پر بھی دال ہیں اور صفت کمال یعنی علم، حکمت اور سمع وبصر پر بھی، سو اس طرح اسم ذات وصفت دونوں پر دلالت کرتا ہے، اور صفت محض ایک یعنی صفت پر۔

اسی طرح خبر کا دائرہ بھی اسم سے وسیع تر ہوتا ہے، خبر کے الفاظ وتعبیر کا ثابت بالنص ہونا لازم نہیں ہوتا، جبکہ اسم کا ثابت بالنص ہونا واجب ہے، امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

إن أسماء الله توقيفية ، فلا يسمى الله إلا بما سمى به نفسه فى كتابه أو سماه به رسوله ﷺ أما الخبر فأوسع من الاسم، فلا يلزم أن يكون توقيفياً إذا احتيج إليه ، مثل أن ينكر أحد أولية الله و أزليته ، فيقول ليس بقديم أو أن ينكر وجود الله فيقول ليس بموجود أو مثل ذالک فإنه يجاب عنه بأن الله قديم ، و ذات، و موجود★

(فتاویٰ إبن تیمیه علیہ الرحمۃ ۹/۳۰۱، مدارج السالکین لإبن القیم الجوزی علیہ الرحمۃ ۳/۴۱۵)

یقینا اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ایسا نام نہیں رکھا جا سکتا جو اس نے خود اپنی کتاب میں بیان نہ کیا ہو، یا اس کے رسول ﷺ نے نہ پکارا ہو، البتہ خبر اسم سے وسیع تر ہوتی ہے، اس کا توقیفیہ ہونا لازم نہیں ہے جبکہ ایسا کرنے کی حاجت ہو، (ضرورت کے وقت اسے نص سے ڈھونڈنا یا ثابت کرنا ضروری نہیں) مثلاً کوئی احمق اللہ تعالیٰ کی اولیت وازلیت کا منکر ہو اور کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قدیم (جسے زوال نہ ہو) نہیں یا اس کے وجود کا انکار کرے اور کہے کہ وہ موجود نہیں تو اسے جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے، خود بخود ہے، اور موجود ہے (یہ الفاظ نص سے لانا ضروری نہیں ہوگا)

ابن تیمیہؒ کا ہی ایک اور قول ملاحظہ ہو:

إن اسماء الله الحسنیٰ یدعیٰ بھا، أما الخبر عن الله عز و جل فإنه لا یدعیٰ به فیقال فی الدعاء یا حی یا قیوم، ولا یقال یا ذات! یا شیء لأن ھذا الفظ یعم کل موجود۔

(درء تعارض العقل والنقل، ۱/۲۹۷ و مجموع فتاوی ۶/۱۴۲ لابن تیمیه علیہ الرحمۃ)

اسمائے حسنیٰ کی شان تو یہ ہے کہ ان کے ذریعہ مولیٰ سے فریاد کی جاتی ہے، اور خبر میں ایسا کوئی وصف نہیں کہ اس سے مالک کو پکارا جائے، چنانچہ یا حی یا قیوم تو کہا جائے گا مگر یا شی، یا ذات، یا موجود نہیں کہا جائے گا، کیونکہ یہ لفظ ہر چیز کو عام ہیں۔

ان وجوہات کی بنا پر ہم نے ان الفاظ کو اپنے انتخاب میں لینے کی کوشش نہیں کی ہے جو صرف خبر یا صرف صفت کے بطور وارد ہوئے ہیں، جیسے جمیل، وتر، سید، طیب وغیرہ۔

ایک مشکل فیصلہ

کس خبر کو اسم اللہ قرار دیا جائے اور کس کو عام ہونے کی بنا پر ترک کیا جائے؟ اس کا فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے، اور غلطی کا سب سے زیادہ امکان یہیں ہے، بہتیرے نام ایسے ہیں جو قرآن کریم میں وارد خبر سے لئے گئے ہیں، مثلاً:

وکان الله علی کل شئ مقیتاً (سورۃ النساء ۸۵)

اس سے ''المقیت لیا گیا ہے، اور اسے تقریباً سبھی علما نے اختیار کیا ہے، سوائے صنعانیؒ، ابن الحصینؒ، ابن مندہؒ اور ابن حزمؒ کے، اسی طرح:

إن الله کان علیٰ کل شئ حسیباً (سورۃ النساء آیة ۸۶)

سے ''الحسیب'' کو منتخب کیا ہے، اسے بھی صنعانیؒ، ابن مندہؒ اور ابن حزمؒ کے علاوہ تمام نے اپنے انتخاب میں شامل کیا ہے۔

اس کا کوئی قیاسی قاعدہ دریافت نہیں ہوسکا کہ جو خبر محض یا خبر علَم کو الگ الگ واضح کر سکے، لامحالہ کوئی ایسی قدر تلاش کرنا ہوگی جو اشارہ دے سکے، ورنہ ہر خبر اور ہر صفت سے اسم بنالیا جائے گا اور اس طرح یہ بات پھر اسی جگہ جا پہنچے گی جہاں سے شروع ہوئی تھی، لہٰذا یہ بات تو ماننی ہی پڑے گی کہ ہر خبر یا ہر صفت اسم نہیں ہے، اور اس کو سب تسلیم کرتے بھی ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس سلسلے کی بحث گذر چکی ہے۔

خبر محض اور خبر علَم

☆ اسمائے حسنیٰ میں غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ہمہ گیریت اور احاطہ کی شان پائی جاتی ہے، یہ ان کے کمال سے ہے، چنانچہ اگر کسی اسم میں جزئیت کا معنیٰ مفہوم ہوتا ہو، تو اسے خبر محض کے زمرے بیان کیا جانا چاہئے، جیسے جمیل نظیف وغیرہ، کیونکہ مولیٰ کی شان یہ ہے:

لاتدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار (الأنعام، ۱۰۳)

آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کرلیتا ہے۔

☆ جس اسم کو معمولی چیزوں کے لئے بولا جانے کا عام رواج ہو اور مولیٰ تعالیٰ کے بجائے دوسری چیزوں کے لئے اس کا استعمال زیادہ کیا گیا ہو اسے بھی عام خبر سمجھنا چاہئے، کیونکہ رب العالمین کی شان تو یہ ہے:

ليس كمثله شيئ (شوریٰ ۱۱)

اس کے جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں

چنانچہ جن الفاظ کا استعمال قرآن وحدیث اور عربی بول چال میں معمولی چیزوں کے لئے بکثرت اور مشہور ہو، اور اللہ تعالیٰ کی صفت یا فعل کے لئے اس کا اطلاق غریب ہو، تو ہم اس کو

خبر صادق تسلیم کریں گے، یقیناً وہ فعل بھی اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اس کو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں شامل نہ کریں گے۔

طیب اسمائے حسنیٰ سے نہیں

جن علماء کرام نے طیب کو اسمائے الٰہی مانا ہے ان کا مستدل یہ حدیث ہے:

وحدثنی أبو کریب محمد بن العلاء حدثنا أبو أسامة حدثنا فضیل بن مرزوق حدثنی عدی ابن ثابت عن أبی حازم عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ {أیها الناس إن الله طیب لا یقبل إلا طیباً وإن الله أمر المؤ المؤمنین بما أمر به المرسلین فقال (یا ایها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً إنی بما تعملون علیم) وقال (یاأیها الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم) ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر یمد یدیه إلی السماء یا رب یا رب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغُذِی بالحرام فأنی یستجاب لذالک}

(مسلم۵/۱۹۲ ح۱۶۸۶ ،باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها، مسند احمد ۱۷/۴۰ ح۷۹۹۸، باب مسند أبی هریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عساکر ۱/۱۳۱ وغیرہ واللفظ لمسلم)

لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک مال ہی پسند کرتا ہے، اس نے (اس سلسلے میں) مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا ہے، جیسا کہ رسولوں کو حکم ہے، ''اے پیغمبرو! پاک میں سے کھاؤ! اور نیک اعمال کرو، تم جو کچھ کرتے ہو مجھے سب معلوم ہے'' اور مومنین کو حکم دیا گیا ''اے مومنو! ہم نے جو پاک رزق تم کو عطا کیا ہے اسی کو استعمال کیا کرو'' پھر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر میں ہے، پراگندہ سر، دھولیا دھمال، آسمان کی جانب ہاتھ اٹھاتا ہے، اور فریاد کرتا ہے، یارب یارب، لیکن کھانا اس کا حرام، پینا حرام، لباس حرام، حرام سے پلا ہوا، کیسے قبول کی جائے اس حالت میں فریاد!

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث میں بطور خبر یہ لفظ اللہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے مگر قرآن وحدیث میں متعدد جگہ اور کثرت کے ساتھ اس لفظ کو دوسری چیزوں کے لئے بولا گیا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں یہ لفظ پانچ مرتبہ ''الطیب'' اور چھ مرتبہ ''طیبا'' آیا ہے، ملاحظہ ہو:

۱۔ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما أنتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فآمنوا باللہ ورسلہ وإن تؤمنوا وتتقوا فلکم أجر عظیم★(آل عمران ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ مؤمنین کو اس حالت پر نہیں چھوڑنے کا جس پر تم اب ہو بلکہ ناپاک کو پاک سے الگ چھانٹ کر رہے گا، اور اللہ تعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے، سو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اگر تم ایمان لے آئے اور تقوی اختیار کر لیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

والبلد الطیب یخرج نباتہ بإذن ربہ والذی خبث لا یخرج إلا نکداً کذالک نصرف الآیات لقوم یشکرون★(الأعراف ۵۸)

اچھی زمین کی فصل اس کے رب کے حکم سے خوب اگتی ہے، اور بنجر میں کچھ نہیں اگتا مگر ذرا مرا سا ، اس طرح ہم شکرگذاروں کے لئے اپنی آیات بیان کیا کرتے ہیں۔

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیرکمہ جمیعا فیجعلہ فی جہنم أولٰئک ہم الخسرون★(الأنفال ۳۷)

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کی پاک سے چھٹنی کر دے اس کے بعد خبیثوں کو ایک دوسرے سے خلط ملط کر ڈالے، اور پھر سب کو جہنم میں جھونک دے، یہی خبیث ہیں اصلی ٹوٹے والے۔

وھدوا إلی الطیب من القول وھدوا إلی صراط الحمید★(الحج ۲۴)

پاکیزہ بات کی طرف ان لوگوں کی رہنمائی کردی گئی، اور حمد کے مستحق (اللہ) کی راہ سجھادی گئی۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يَبُورُ [فاطر:10]

جوشخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو (اللہ کا ہو جائے کیونکہ) ساری عزت اللہ کی ہی ہے، تمام پاک کلمات اسی کی جانب چڑھتے ہیں، اور نیک اعمال بھی جن کو وہ بلند کرتا ہے، اور جولوگ برائیوں کی تدبیروں میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور ان کی یہ چالاکیاں دھری رہ جائیں گی۔

یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوٰت الشیطان إنه لکم عدو مبین★(البقرة١٦٨)

لوگو! زمین سے نکلا ہوا پاک وحلال رزق کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا [النساء:43]

اے مومنو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب (مسجد میں) نہ جایا کرو جب تک تمہارے ہوش وحواس درست نہ ہو جائیں اور ناپاکی کی حالت میں بھی (یہی حکم ہے) سوائے مجبوراً (مسجد سے ہوکر) گذرنے والے کے جب تک غسل نہ کرلو، اور اگر تم بیمار ہو، یا مسافر ہو، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوا ہو، یا عورت سے مباشرت کی ہو اور پانی پر قدرت نہ پاؤ تو پاک

مٹی سے تیمم کرلو یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے، بخشنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ [المائدة:6]

اے مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کروتو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرو پھر اپنے پیر ٹخنوں سمیت دھولو، جنبی ہوتو غسل کرلو، اور اگر تم بیمار ہو، یا مسافر ہو، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوا ہو، یا عورت سے مباشرت کی ہو اور پانی پر قدرت نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اس سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو، اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتے بلکہ تم کو پاک کرنے اور تمہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کرنا چاہتے ہیں، تاکہ تم شکر کرو۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ [المائدة:88]

اللہ تعالیٰ نے تم کو جو پاک اور حلال رزق عطا کیا ہے اس کو استعمال کرو، اور اللہ سے تقوی اختیار کرو جس پر تمہارا ایمان ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (69) [الأنفال : 69])

اللہ نے جو مال غنیمت میں سے تمہیں حلال وطیب طریقہ سے دیا ہے، اسے کھاؤ، اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ [النحل:114]

سو استعمال کرو اللہ کا دیا ہوا حلال وطیب رزق، اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم واقعی بندگی کرنے والے ہو۔

ان تمام آیات میں غور کر جایئے کہیں بھی لفظ طیب کو اللہ کیلئے استعمال نہیں کیا گیا، حدیث شریف میں اس کا استعمال لغیر اللہ اتنی کثرت سے ہے کہ اس کا احاط کرنا مشکل ہے، لہٰذا اس لفظ کو اسمائے حسنیٰ میں شامل نہیں کرنا چاہیئے۔

کیا سید اللہ کا نام ہے؟

اسی طرح لفظ سید کو دیکھئے، جن علماء کرام نے اس لفظ کو اسمائے حسنیٰ میں شمار کیا ہے ان کا مستدل واستدلال یہ ہے:

الاسم السادس من اسماء الله عز وجل اسمه السيد فقد سماه به رسوله ﷺ على سبيل الاطلاق مرادابه العلمية ودالا على الوصفية مسندا إليه المعنىٰ محمولا عليه، ودخلت عليه أل التعريف، ففي سنن أبي داؤد وصححه الشيخ الألباني من حديث أبي نضرة عن مطرف بن عبد الله بن الشخير رضي الله عنه قال قال أبي: انطلقت في وفد بني عامر إلى رسول الله ﷺ فقلنا أنت سيدنا فقال: السيد الله، قلنا وأفضلنا فضلا وأعظمنا طولا فقال قولوا بقولكم أو بعض قولكم ولا يستجرينكم الشيطان، وفي المسند من حديث قتاده قال سمعت مطرف رضي الله عنه بن عبد الله بن الشحيريحدث عن أبيه أن رجلا جاء إلى النبي ﷺ فقال أنت سيد قريش، فقال النبي ﷺ السيد الله، قال أنت أفضلها

فیھا قولا وأعظمھا فیھا طولا فقال رسول اللہ ﷺ لیقل أحدکم بقولہ ولا یستجرہ الشیطان:

فالحدیث یدل دلالۃ صریحۃ علی اسم اللہ السید و۔ن الذی سماہ بذالک ھو رسول اللہ ﷺ ولیس بعد قول رسول اللہ تعقیب ،ولا نعترض أبدا علی قول الحبیب ،لأن الرسول یعنی السیادۃ المطلقۃ التی تتضمن کل أوجہ الکمال والجمال ،فالسید إطلاقاً ھو رب العزۃ والجلال ،ولم ینف ﷺ السیادۃ المقیدۃ التی تلیق بالمخلوق، أو السیادۃ النسبیۃ التی تتضمن المفاضلۃ والتفوق علی الآخرین★

(اسماء الحسنی، للرضوانی، ۹/۱۰۱ م ش)

اللہ کا چھٹا نام ''السید'' ہے اس کے رسول ﷺ نے اس نام کو مطلقاً لیا ہے، جس میں علمیت ہی مراد لی گئی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی صفت سیادت پر دلالت کی گئی ہے، اس کو مسند الیہ بنا کر معنی اسی پر محمول کئے گئے ہیں اور اس پر الف لام تعریفی داخل کیا گیا ہے، چنانچہ سنن ابوداؤد میں ابونضرہ کی حدیث موجود ہے، شیخ البانیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے،: مطرف ابن عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ میں وفد بنی عامر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید ہیں، آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا،: سید تو اللہ تعالیٰ ہے، ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے بزرگ و بڑے ہیں اور سب سے زیادہ فیاض ہیں، ارشاد ہوا اپنی (دیندار لوگوں کی) بات کہو، یا اپنے بعض قول کہو، اور شیطان کو حاوی نہ ہونے دو، اور مسند احمد میں یوں ہے، قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے مطرف بن عبداللہ بن شخیر کو سنا، وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے کہ ایک شخص آقا کی خدمت میں آیا، کہنے لگا آپ قریش کے سید ہیں، فرمایا: سید تو اللہ تعالیٰ ہے، اس آدمی نے کہا، آپ کی بات سب سے

افضل اور سخاوت سب سے زیادہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہیں اپنے (مطلب کی) بات کہنی چاہئے، اور شیطان کو راہ نہ دینی چاہئے۔

(آگے رضوانی کہتے ہیں) اس حدیث میں صریح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام السید کسی اور نے نہیں، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیا ہے، اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے بعد چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے، ہم کبھی قول حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انگلی اٹھانے کی مجال نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ رسول ہے (کوئی عامی نہیں) ایسی مطلق سیادت جو کمال و جمال پر متضمن ہے، سو سید کا اطلاق ذات باری کے لئے ہی ہے، البتہ سیادت مقیدہ کو مخلوق کے لئے استعمال کرنے سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں کیا ہے، یا ایسی سیادت جو کسی نسبت کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز کرتی ہو۔

یہ حدیث صحیح ہے لیکن استدلال صحیح نہیں کیونکہ انھوں نے حدیث کے سیاق پر غور نہیں کیا ہے، یہ فرمان عالی مطلق نہیں بلکہ مخاطب کے حال سے مطابقت کی بنا پر ہے، یہ حضرات اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے، پچھلے رسم ورواج ان میں ابھی باقی تھے، اپنے رؤسا کی تعظیم میں ان کے یہاں بے حد مبالغہ پایا جاتا تھا، اسی پس منظر میں یہ حضرات آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سید کہہ رہے تھے، ان کے عقیدے کو درست کرنا اور دنیا کے رئیسوں اور اللہ کے نکوکار بندوں میں جو فرق ہے وہ ان کو دکھلانا مقصود تھا:

قال الأزهری کرہ أن یمدح فی وجھہ وأحب التواضع★

(عمدۃ القادری شرح صحیح البخاری۔ (۲۵/۴۵۵)

ازہری کہتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہ پر تعریف ناگوار ہوئی اور تواضع کو پسند کیا۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم السید اللہ أی السؤدد کلہ حقیقۃ اللہ عزوجل وأن الخلق کلھم عبیداللہ وإنما منعھم أن یدعوہ سیدا قولہ اناسید ولد آدم لأنھم قوم حدیث عھد بالإسلام وکانوا یحسبون أن السیادۃ بالنبوۃ کھی بأسباب

الدنیاو کان لھم رؤ ساء یعظمو نھم وینقادو ن لأمر ھم و قو له قو لو ا بقو لکم أی قو لو ا بقو ل أھل دینکم و ملتکم و ادعو نی نبیا و ر سو لا کما سمانی اللہ تعالیٰ فی کتابه و لا تسمو نی سیدا کما تسمون رؤسا کم و عظمائکم و لا تجعلو نی مثلھم فإنی لست کأحد ھم إذا کانوا لیسوا دو نکم فی أسباب الدنیا و انا أسو د کم بالنبو ة و الر سا لة فسمو نی نبیا و ر سو لا ★

(معالم السنن ج۴ ص ۱۱۲ /باب الکراھیة التمادح /تحقیق محمد راغب الطباخ مطبع العلمیه حلب)

امام خطابی (۳۱۹-۳۸۸ھ) کہتے ہیں السید اللہ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی سیادت اللہ تعالیٰ کی ہے، اورمخلوق تمام کی تمام اس کی غلام ہے، اور سید پکارنے سے منع کیا جانا ہماری رائے میں (احتیاط کی بنا پر ہے) کیونکہ آپ کا فرمان ہے ''میں بنی آدم کا سید ہوں، اور آپ کا قول بنی قریظہ والے قصہ میں حضرت معاذ کے لئے کہ اپنے سید کے لئے اٹھو، تو یہ نہی اس لئے ہے کہ یہ لوگ اسلام میں نئے تھے، وہ سیادت کو نبوت کا لازمہ اور اسباب دنیا کی طرح وجہ امتیاز گردانتے تھے، اور اپنے رؤسا کی تعظیم کیا کرتے، ان کے احکام کی اطاعت کرتے اور ان کو سادات کہا کرتے تھے، تو ان کو نبی کی شان کی تعلیم دی گئی، اور ادب سکھایا گیا، ان سے کہا گیا کہ دینداروں کی طرح بولو اور مجھے نبی اور رسول کے نام سے پکارو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پکارا ہے، فرمایا: یا أیھا النبی! یا أیھا الرسول! اور مجھے اس طرح سید نہ کہو جس طرح اپنے رؤسا کو کہتے ہو، مجھے ان جیسا نہ سمجھو، میں ان جیسا نہیں ہوں، وہ اسباب دنیا کی وجہ سے تم پر سردار بنے ہوئے ہیں، جب کہ میں نبوت اور رسالت سے سرفراز کیا گیا ہوں تو مجھے نبی اور رسول ہی کہو!

و قال السندی أی لا یستعملنکم الشیطان فیما یر ید من التعظیم للمخلو ق بمقدار لا یجوز ★

سندیؒ (محمد بن حیاۃ بن ابراہیم السندی المدنی متوفی ۱۱۶۱ھ) اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ **لا یستجر ینکم الشیطان** سے مراد یہ ہے کہ شیطان تم کو استعمال نہ کرے، کہ جس طرح وہ چاہتا ہے تم مخلوق کی تعظیم میں ویسا ناجائز مبالغہ کرنے لگ جاؤ۔

واستعمال السید فی غیر اللہ شائع ذائع فی الکتاب والسنۃ قال النووی۔ والمنھی عنہ استعملہ علی جھۃ التعاظم لا التعریف واستدل بعضھم بھذا الخبر ان السید اسماء اللہ تعالیٰ★

(فیض القدیر للمناوی)

کتاب وسنت میں السید کا غیر اللہ کے لئے استعمال اچھا خاصا ہے، نوویؒ کا قول یہ ہے کہ یہ نہی تعظیم میں مبالغہ کی جہت سے ہے نہ کہ پہچان اور نام کے نکتۂ نگاہ سے، بعض لوگوں نے اس خبر کو مستدل بنا کر السید اسماء اللہ میں بھی شامل کیا ہے۔

ایسا بھی نہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لفظ کو دوسروں کے لئے استعمال نہ کیا ہو،

انا سید ولد آدم، الح (مسلم ۱۱/۳۸۳م ش)

انا سید الناس، الح (بخاری، ۱۴/۲۲۳م ش)

میں اولاد آدم کا سید ہوں، میں تمام لوگوں کا سید ہوں،

حدثنا مسدد حدثنا یحی عن عبید اللہ حدثنی نافع عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال إذا نصح العبد سیدہ وأحسن عبادۃ ربہ کان لہ أجرہ مرتین★

(بخاری، باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق وقولہ عبدی أو أمتی ۸/۴۸۵م ش)

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جب کوئی غلام اپنے سید (آقا) کی خیر خواہی کا حق ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

۲۔عن أبی موسی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال المملوک الذی یحسن عبادۃ ربه ویؤدی إلی سیده الذی له علیه من الحق والنصیحة والطاعة له أجران★

(بخاری، ۸/۸۶م ش)

حضرت ابوموسی اشعریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں جومملوک اپنے رب کی عبادت اچھی طرح کرے، اوراپنے سید کا حق ادا کرے اوراس کی خیر خواہی اوراطاعت کرے اس کے لئے دوہرااجر ہے۔

عن همام بن منبه انه سمع اباهريرة رضی اللہ عنه یحدث عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال لا یقل أحدکم أطعم ربک اسق ربک ولیقل سیدی مولای ولا یقل أحدکم عبدی امتی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی★

ہمام ابن منبہؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے ابوہریرہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص یوں نہ کہا کرے، اپنے رب کو کھانا کھلا دے، یا اپنے رب کو پانی پلا دے، بلکہ سیداور مولا کہا کرے، اوراپنے غلام کوکوئی میرا بندہ یا میری بندی کہہ کے نہ پکارے بلکہ میرا خادم میری خادمہ اورمیرا غلام کہہ لیا کرے۔

(صحیح البخاری، ۸/۸۷م ش)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه قال لما نزلت بنو قریظة علی حکم سعد هو ابن معاذ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وکان قریبا منه فجاء علی حمار فلما دنا قال رسو اللہ صلی اللہ علیه وسلم قوموا الی سیدکم فجاء فجلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال له ان هولاء نزلوا علی حکمک قال فانی احکم ان تقتل المقاتله وان تسبی الذریة قال لقد حکمت فیهم بحکم الملک★

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب بنوقریظہ سعد بن معاذؓ کو حکم بنانے کو کہنے لگے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد کو بلا بھیجا وہ قریب ہی تھے (بیماری کی وجہ سے) گدھے پر سوار ہوکر آئے، جیسے ہی قریب پہنچے تو آقا نے فرمایا، اپنے سید کے احترام میں کھڑے ہوجاؤ.....الخ

ان احادیث میں سید اضافت سے مقید ہے حالانکہ مستدل کے بطور جو حدیث لی گئی ہے اس میں بھی بنی عامر کے قول میں سید مقید ہی ہے، لیکن سید بنا اضافت بھی غیر اللہ کیلئے استعمال کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو،

قال الحسن لقد سمعت أبا بكرة يقول رأيت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن بن علي إلى جنبه وهو يقبل على الناس مرة وعليه أخرى ويقول إبني هذا سيد ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين★

(بخاری، ۹/۱۱ ۲، باب قول النبی للحسن بن علی م ش)

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکرہ کو سنا وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ ممبر پر تشریف فرما تھے، اور حسن ابن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے، آپ ایک نگاہ لوگوں کی جانب دیکھتے اور پھر حسن کی طرف دیکھنے لگتے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، میرا یہ بیٹا سید ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم الشان گروہوں میں صلح کرائے گا۔

ایک اور حدیث کا مطالعہ بھی یہاں موزون رہے گا،

عن عبدالله بن بريدة عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ لا تقولوا للمنافق سيد فإنه إن يك سيدكم فقد أسخطتم ربكم عز وجل★

(الأدب المفرد ۲۶۷/۱، ب لا تقل للمنافق سید)

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منافق کو سید نہ کہو، کیونکہ اگر وہ تمہارا سید ہوا تو تم اپنے رب کو ناراض کرلو گے۔

یہاں منافق کو سید کہنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اس کا صاف مطلب ہوا کہ مومن کو سید پکارنا درست ہے، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض نہیں ہونگے۔

پھر ایسا بھی نہیں کہ ایسا نام صرف السید ہی ہو بلکہ ''الطبیب'' بھی اسی قبیل کا ہے، حدیث صحیح میں وارد ہے، الف لام تعریفی بھی اس پر داخل ہے، بالکل اسی انداز میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اطلاق لغیر اللہ سے منع بھی فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

حدثنا سفیان بن عیینة حدثنی عبدالملک بن أبجر عن أیاد بن لقیط عن أبی رمثة قال أتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع أبی فرأی التی بظھرہ فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ألا أعالجھا لک فإنی طبیب قال أنت رفیق و اللہ الطبیب الح★

ابن رمثہ (رفاعہ ابن یثربیؓ) بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی کمر میں کچھ تھا (مہر نبوت) ، میرے والد نے عرض کیا، آقا، کیا میں علاج نہ کردوں؟ میں طبیب ہوں، ارشاد ہوا، تم رفیق ہو طبیب تو اللہ تعالیٰ ہے۔

الطبیب میں بھی وہ تمام نکات موجود ہیں جو السید میں ہیں، لیکن کسی بھی محقق نے اس کو اسم اللہ شمار نہیں کیا ہے، خود رضوانی نے بھی نہیں۔

محسن کیوں اسمائے حسنیٰ میں نہیں؟

ان محققین نے محسن کو بھی اسمائے حسنیٰ میں شامل کرلیا ہے، یہ بھی درست نہیں ہے، اسکے خبر محض ہونے کے قرائن ملاحظہ ہوں، جس حدیث کو مستدل بنایا گیا ہے، اس کا ایک ٹکڑا گذر چکا ہے، جو حضرت انسؓ سے مروی ہے، یہ حدیث حضرت شداد بن اوسؓ سے

اس طرح مروی ہے:

عن شداد بن أوس قال: حفظت عن رسول الله ﷺ اثنتين أنه قال: إن الله عز وجل محسن يحب الإحسان فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرتة ثم ليرح ذبيحته (المعجم الكبير ۷/۲۵۷ م ش)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ محسن ہیں احسان کو پسند کرتے ہیں، سوجب تم (قصاص میں) قتل کروتو خوبی کے ساتھ کیا کرو، اور جب ذبح کیا کروتو اچھے طریقہ سے ذبح کیا کرو، تم سے ہر ایک (جو ذبح کرے اس) کو چاہئے کہ اپنے چاقو کو خوب تیز کر کے اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

اس حدیث میں لفظ محسن خبراً وارد ہوا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی یہی ہے یہاں اس حدیث کا مقصد و مصلحت زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آرہا ہے، کہ ذبح و قتال میں بے ضرورت تکلیف پہنچانے اور ستانے سے باز رکھنے کی خاطر مسلمانوں کو یہ حکم دیا جارہا ہے، چونکہ قتل و ذبح میں بظاہر کلفت شدیدہ کا مظاہرہ ہوتا ہے، تاہم اس میں بھی احسان و خوبی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے، ایسے موقع میں اللہ کی یہ صفت بیان کرنا خود اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ خبر ہے اسم نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ تو خود قتل کرتے ہیں نہ ذبح کرتے ہیں، پھر یہاں جو احسان آیا ہے وہ یقینی طور پر خبر محض کے اعتبار سے آیا ہے۔

عن هانئ بن هانئ عن علي رضي الله عنه قال لما ولد الحسن رضي الله عنه سميته حرباً فجاء النبي ﷺ فقال أروني ابني ما سميتموه؟ قلنا حرباً قال بل هو حسن فلما ولد الحسين رضي الله عنه سميته حرباً فجاء النبي ﷺ فقال أروني ابني ما سميتموه؟ قلنا حرباً قال بل هو حسين فلما ولد سميته حرباً فجاء النبي ﷺ فقال أروني

ابنی ما سمیتموہ؟ قلنا حرباً قال بل ھو محسن ثم قال إنی سمیتھم بأسماء ولد ھارون شبر وشبیر ومشبر★

(الأدب المفرد ۲۸۶/۱، مسند احمد، ۲۳۶/۲ واللفظ للبخاری)

ابن ہانی حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، پھر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، لاؤ میرا بیٹا دکھاؤ کیا نام رکھا ہے اس کا؟ ہم نے عرض کیا کہ حرب نام رکھا ہے، فرمایا ''نہیں بلکہ یہ حسن ہے، پھر حسین پیدا ہوئے تو پھر میں نے ان کا نام بھی حرب رکھا، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور کہنے لگے، میرا بیٹا دکھاؤ، اس کا کیا نام رکھ دیا؟ ہم نے کہا کہ حرب، آپ نے کہا نہیں، بلکہ یہ حسین ہے، پھر تیسرا بیٹا ہوا تو میں نے اس نام حرب رکھ دیا، آقا نے آ کر کہا میرا بیٹا دکھاؤ، کیا نام رکھا ہے اس کا؟ ہم نے کہا، حرب، ارشاد ہوا یہ محسن ہے، پھر فرمایا میں نے ان کے نام حضرت ہارون کے بیٹوں کی طرح رکھے ہیں ان کے نام شبر شبیر اور مشبر تھے (وزن کے اعتبار سے)

اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے ضعیف بتلایا ہے، حالانکہ نسائی حاکم طیالسی وغیرہ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

(سلسلۃ الأحادیث الضعیفہ والموضوعہ وأثرھا السیئ فی الأمہ للألبانی ۱۸۲/۸)

ہمارا مستدل حدیث کا صرف یہ بیان ہے کہ حضرت علی کے ایک بیٹے کا نام محسن تھا اور یہ نام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا تھا اس کی تائید حدیث صحیح سے ہو رہی ہے:

عن عطیۃ عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال علی رضی اللہ عنہ أما حسن وحسین ومحسن فإنما سماھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعق عنھم وحلق رؤسھم وتصدق بوزنھا وأمر بھم فسروا واختنوا★

المعجم الکبیر ۲۹/۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا، حسن، حسین اور محسن ان کے نام تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھے ہیں، ان کا عقیقہ کیا ان کے سر منڈوائے اور بالوں کے وزن کا صدقہ کیا اور حکم دیا ان کے ختنہ کرانے کا۔

اگر محسن اسمائے حسنیٰ میں شامل ہوتا تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسن کے بجائے عبد المحسن نام رکھتے، کسی بندے کو بنا تخلق کے اس نام سے موسوم نہ فرماتے۔

ایک اور روایت دیکھتے چلیں:۔

عن أبی هريرة قال جاء رجل إلی نبی الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال:

يا نبی الله دلنی علی عمل إذا عملته دخلت الجنة ولا تكثر علی؟

قال لا تغضب

وأتاه رجل آخر فقال:

يا نبی الله صلی الله علیه وآله وسلم دلنی علی عمل إذا عملته دخلت الجنة؟

قال: كن محسناً!

فقال: كيف أعلم إنی محسن؟

قال: سل جيرانك فإن قالوا إنك محسن فإنك محسن وإن قالوا إنك مسیء فإنك مسیء★

(شعب الإيمان للبيهقی ۶/۳۰۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کو کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں، مجھ پر زیادہ مشقت بھی نہ ڈالئے گا، ارشاد ہوا، غصہ نہ کیا کر، ایسے ہی پھر ایک آدمی اور آیا اور یہی سوال کیا کہ مجھے کوئی عمل ایسا تلقین فرمادیں جس کو کرنے سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا، محسن بن جا، اس شخص نے کہا، میرے آقا مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ میں محسن بن گیا ہوں یا نہ؟ ارشاد فرمایا، اپنے پڑوسی سے معلوم کر لینا، اگر وہ کہے کہ تو محسن ہے، تو تو محسن ہے اور اگر وہ تجھے بدی خور بتلائے تو بدی خور ہے۔

یہ احادیث اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ محسن کا لفظ مستدل بہ حدیث میں بطور خبر کے وارد ہوا ہے نہ کہ اسمائے حسنیٰ کے بطور۔

اگر ایک ایک لفظ پر ہم نے اسی طرح بحث کی تو بات بہت طویل ہو جائے گی، ہم نے خبر محض اور خبر علم کا فرق واضح کرنے کے لئے تین الفاظ کے متعلق وارد احادیث پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے، رفیق، جمیل، وتر وغیرہ الفاظ بھی اسی قبیل کے ہیں۔ واللہ اعلم

اسمائے ثابتہ جو رضوانی نے ترک کر دیئے

ان کے مقابلے میں جن اسماء کو ترک کیا گیا ہے وہ زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کو اسمائے حسنیٰ میں شامل کیا جائے، ان میں سے بعض تو قرآن کریم میں ہیں جیسے ''ہادی''

وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا (الفرقان ۳۱)

نور: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (نور)

الحاسب: و کفیٰ بنا حاسبین (أنبیاء ۴۷)

العالم: و کنا بکل شیء عالمین (أنبیا ۸۱)

ایک اشکال

یہاں ایک سوال ذہن میں آ سکتا ہے، یہ کہ اگر، نور، کو لیا جا سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ غافر الذنب سے غافر، جامع الناس سے جامع، جاعل الملئکۃ سے جاعل، شدید العقاب اور شدید المحال سے شدید کیوں نہیں لیا جا سکتا؟

اس سوال کا جواب ہم پچھلی سطور میں دے چکے ہیں یہاں اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ ہم اضافت واقتران سے مقید اسماء میں سے ہم صرف ان اسماء کو لینا جائز سمجھتے ہیں جو مفرد بولے جانے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ اپنے معانی بتانے کی اہلیت رکھتے ہوں بلکہ اقتران وتقیید سے منزہ ہوتے ہی ان کے معانی میں پیدا ہونے والی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہواور تحمید وتوصیف کے اصناف پر ہی دلالت کرتی ہو، جبکہ مذکورہ الفاظ اس کسوٹی پر کھرے نہیں اترتے ،مثلاً فالق،

فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى فَالِقُ الْإِصْبَاحِ (أنعام ٩٦، ٩٥)

وہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑ (کر پودا نکال) نے والا ہے،(اور اندھیرے کوشق کر کے) صبح کو نکالنے والا ہے۔

فالق دونوں جملوں میں مقید ہے،اگر اسکو مفرد لائیں تو یہ اپنی مراد بیان نہ کر سکے گا، اسکے معنی ہونگے نکالنے والا ،شق کرنے والا ،کیا شق کرنے والا؟ پتہ ہی نہیں چل سکے گا، یہاں تو مضاف الیہ نے بتا دیا کہ گٹھلی اور دانے کوشق کرنے والا ہے مگر مفرد کی صورت میں یہ ناقص المعنی بن جاتا ہے،لہٰذا ’’فالق‘‘ کو اسمائے حسنیٰ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح جامع الناس کے مضاف الیہ کو الگ کرنے سے اس کے معانی میں جن وانس کے ساتھ ساتھ وحوش وحشرات ،حجر وشجر ،اور بحر وبر سب داخل ہو جاتے ہیں، یہ بھی خلاف واقعہ ہے، کیونکہ اس جمع کا تعلق قیامت کے دن سے ہے جیسا کہ لیوم لا ریب فیہ سے وضاحت کر دی گئی ہے ظاہر ہے کہ اس دن یہ تمام چیزیں جمع نہیں کی جائیں گی۔

اور جاعل وشدید کے معانی میں مفرد ہونے کے بعد تحمید وتقدیس کا پہلو غائب ہو جاتا ہے،اس مضمون کو ایک مثال کے ذریعہ زیادہ بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے،ایک شخص

لوہے کے متعدد اوزار بناتا ہے ،مثلاً پھاوڑا، درانتی ،استرے ،قینچی ،تلوار، تیر، بھالے، نیزے، میخ ،ہتھوڑے وغیرہ ،ہم اس کی ان تمام صفات کو اگر الگ الگ بیان کریں گے، پھاوڑا بنانے والا، تیرو تلوار گھڑنے والا وغیرہ تو یہ بات سچی تو ہوگی ،مگر اس کی مکمل تعریف نہ کر سکے گی ، کیونکہ آپ جتنی چیزیں گنوائیں گے ممکن ہے وہ ان سے کہیں زیادہ کے بنانے کا ماہر ہو، لہٰذا ہم نے ایک ایسا لفظ وضع کر لیا جو مذکورہ تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ دوسرے غیر مذکورہ اوصاف استرے، درانتی ،قینچی ، بھالے ، نیزے، میخ ،ہتھوڑے اور ان کے علاوہ اوزاروں کے بنانے پر بھی صاف دلالت کر سکے، یہ لفظ ''لوہار'' ہے، جیسے ہی لوہار بولا جائے گا مخاطب جان لے گا کہ موصوف لوہے کے مختلف اوزار بناتے ہیں، اگر کوئی شخص اسے لوہار کے بجائے ہتھوڑے بنانے والا کہے گا تو سچ اور درست ہونے کے باوجود اس کے ناقص وصف کا ذکر کرے گا، ہاں ضرورتاً اس بات کا ذکر کرنا کہ فلاں شخص بڑی نفیس تلوار بناتا ہے بالکل درست ہے، یقیناً یہ اس کی تعریف وتوصیف بھی ہے، مگر یہ اس کے صرف ایک کمال کا اظہار کرتی ہے، لہٰذا جب بات نام رکھنے یا تعارف کی آئے گی تو پھر ایسا لفظ لایا جائے گا جو اس کے تمام کمالات پر مستقل اور بلا واسطہ دلالت کر سکے ،قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سے منسوب مرکب جملے باری تعالیٰ کی ایسی ہی جزوی توصیف کے لئے لائے گئے ہیں، ان کو بطور اسماءِ الٰہی کے ذکر کرنا درست نہیں ہے۔

تقیید کی مثال کو سمجھنے کے لئے الرب کی مثال بھی واضح ہے، ''رب'' اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں عظیم الشان مرتبہ کا حامل ہے، اس نام کے سلسلے میں یہ تصریح علماء نے کی ہے کہ اس نام کو کسی شخص کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا، البتہ اضافت کے ساتھ جائز

ہے، جیسے رب الدار، رب الرسالہ، رب العسا کر وغیرہ، کیوں؟ اس لئے کہ اس طرح اس کے معانی محدود ہو جاتے ہیں اور اس محدود معانی میں یہ گنجائش نکل آتی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے استعمال کیا جا سکے۔

ان تمام بحثوں سے گذرنے کے بعد، اختلافات و اضطرابات اور بعض کمزوریوں کے باوجود بزرگان دین نے اسمائے حسنیٰ کے سلسلے میں جو محنت کی ہے اور جس جس طرح انہوں نے ان ناموں کو منتخب کیا ہے وہ بے شک قابلِ ستائش ہے، اللہ تعالیٰ ان کی ان کاوشوں کے لئے ان کو اپنی شایان شان اجرِ خیر عطا فرمائے۔

ہم بعض جگہوں پر ان سے اختلاف پر مجبور ہوئے اور ان کی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہوئے اسمائے حسنیٰ ایک ایسی فہرست کی مرتب کی جو ہمارے نزدیک مناسب ترین بھی ہے اور قرآن وسنت سے ثابت بھی، چونکہ اسلاف کے زمانے میں جو سہولیات موجود نہیں تھیں وہ اب موجود ہیں، لہٰذا اب یہ بات آسان ہے کہ تمام قرآن، روایات ، اور ادعیہ کو سامنے رکھ کر اس کام کو انجام دیا جائے، اس میں علماء کرام کے بیان کردہ اصول وضوابط کی مکمل پابندی بھی ہو، اور پھر ان خطوط پر یہ ترتیب دی جائے کہ سب سے پہلے تفسیر قرآن بالقرآن پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کے اندر مذکور اسماء کی مکمل تخریج کی کوشش کی جائے، اس کے بعد جتنے اسماء کی ضرورت باقی ہو ان کے لئے ان احادیث کو کنگھالا جائے جن میں اسماء کے ذریعے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو پکارا ہے، اس سلسلے میں راجح ومرجوح کا وہی پیمانہ اختیار کیا جائے جو اسلاف کے نزدیک ہمیشہ معتبر رہا ہے، اس کے بعد بھی اگر یہ فہرست نامکمل رہتی ہے تو پھر اسماء مشہورہ جن کو زیادہ سے زیادہ

علماء نے اختیار کیا ہو اور ان پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل وتمسک بھی ہو ان کو شامل کر لیا جائے، یہی راہ عافیت اور احتیاط کی ہے ،حضرت قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی تصنیف میں تمام مباحث مکمل کر لینے کے بعد ابن مسعودؓ کی حدیث نقل کی ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسو ل الله صلی الله علیه وآله وسلم ماقال عبدٌ قطّ إذا أصابهٗ همّ و حزن اللهم إنیّ عبدک و ابن عبدک و ابن أمتک ناصیتی بیدک ماضٍ فیّ حکمُک عدل فی قضائک أسئلک بکل اسم هو لک سمیت به نفسک أو أنزلته فی کتابک أو علّمته أحداً من خلقک أو استأثرت به فی علمِ الغیب عندک أن تجعل القرآن ربیع قلبی و نور صدری و جِلاء حزنی وذهاب همی إلا اذهب الله عز وجل همه وأبدله مکان حزنه فرحاً قالوا یا رسول الله ینبغی لنا أن نتعلم هٰؤُلاء الکلمات ؟ قال أجل ینبغی لمن سمعهن أن یتعلمهن (مسند احمد)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی بندہ رنج والم کے وقت یہ کلمات کہے (ترجمہ) اے میرے اللہ! میں آپکا بندہ ہوں آپکے بندے اور بندی کی اولاد ہوں میری پیشانی آپ کے قبضے میں ہے آپ کا حکم میرے اندر جاری ہے آپکا فیصلہ ہی میرے لئے عدل ہے، میں آپ سے سوال کرتا ہوں ہر اس نام کے ساتھ جو آپ نے اپنے لئے اختیار فرمایا، یا جو آپ نے اپنی کتاب میں نازل کیا، یا جو آپ نے اپنی مخلوق میں کسی کو سکھایا، یا جو آپ نے اپنے پردۂ غیب میں محفوظ اور پوشیدہ رکھا، کہ قرآن کریم کو میرے دل کا چین، میرے سینے کا نور، میرے الم کو دور کرنے والا ، اور میرے دکھ کو میٹنے والا بنادے'' تو اللہ تعالیٰ اس کے دکھ کو دور کر دیتا ہے اور اس کے غم کو خوشی میں بدل دیتا ہے، صحابہ نے کہا، آقا! کیا ہم یہ کلمات یاد کرلیں؟ فرمایا، کیوں نہیں! ہر وہ آدمی جو ان کلمات کو سنے انہیں یاد کرلے۔''

پھر اس حدیث سے مندرجہ ذیل استدلال کیا ہے: ''حدیث بالا میں مکرر غور کرو ''انزلنہ فی کتابک'' میں جملہ کتب سماویہ بھی آ جاتی ہیں''

علامہ صاحب جملہ کتب سماویہ کو یہاں شریک کر کے یہ استفادہ چاہتے ہیں کہ دوسری اقوام میں جو اسماء معبودان باطلہ کے لئے بولے جاتے ہیں، ان کو بھی اسماء اللہ کے زمرہ میں لے آیا جائے، اللہ تعالیٰ حضرت پر رحم کرے، انہوں نے پھر ایسے اسماء ذکر بھی کئے ہیں اور ان کے اسماء اللہ ہونے کا گمان بھی ظاہر کیا ہے، کسی نام کی مخالفت بھی کی ہے، اگر ''انزلتہ فی کتبک'' سے یہی مراد ہو (حالانکہ یہاں کتاب کو واحد لایا گیا ہے جو غور طلب ہے) اور ان میں مذکور اسماء بھی اسماء اللہ قرار دے دیئے جائیں تو بات بہت دور جا نکلے گی، اس جملہ میں جن کتب سماویہ کو شامل کیا بھی جا سکتا ہے وہ یقینا منزل من السماء ہی ہو سکتی ہیں، انسانی تصنیف نہیں، تو ایسی دوسری کتب کا وجود اب ہے کہاں؟ اب تو صرف قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جس کو منزل من اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے، اگر کوئی طلسم ہوشربا کا نام کسی آسمانی کتاب کے نام پر رکھ دے تو کیا اس کے منزل من السماء ہونے کے لئے اتنا کافی ہو جائے گا؟

اسکے بعد لکھتے ہیں:

> ایک مسلمان کے لئے صرف انہیں اسماء پر اکتفا کرنی چاہئے جو قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور روایت صحیحہ ثابت ہیں، طریق بے خطر اور صراط مستقیم یہی ہے، ہم کو تو { وذرو الذین یلحدون فی أسمائه } (اعراف ۱۸۰) کا حکم بھی ملا ہوا ہے یعنی اس طریق کو چھوڑ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد اختیار کیا ہے

،اس آیت پر غور کرتے ہوئے مجھے تو لفظ خدا'' کے استعمال میں بھی تامل
ہونے لگا ہے، گو اس انکشاف سے پہلے خود بھی ہزاروں جگہ اس کا استعمال
ذات الٰہی پر کرتا رہا ہوں''
(معارف الاسما ۲۹۹)

طریق بے خطر

بے شک طریق بے خطر اور صراط مستقیم یہی ہے، ہم نے بعض دوسرے بزرگوں سے بھی سنا کہ وہ لفظ ''خدا'' کے ذات باری کے لئے استعمال کو معیوب جانتے ہیں، یہ اسم نہ ذاتی ہے نہ صفاتی، یہاں تک کہ عربی بھی نہیں، بلکہ ایرانی النسل عجمی لفظ ہے، لہٰذا اس کے استعمال سے مسلمانوں کو احتیاط ہی برتنی چاہئے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے قرآن وحدیث میں استعمال نہیں کیا گیا، اور اگر کوئی زبان کے بدلنے کا عذر کرے تو معلوم ہو کہ اسم خاص کبھی تبدیل نہیں ہوا کرتا، اگر کسی کا نام وکیل ہے تو وہ انگریزی میں بھی وکیل ہی لکھا اور بولا جائیگا، نہ کہ ایڈووکیٹ، اسی سے پوری بات کو سمجھ لیں، ورنہ اگر اس رجحان کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر ہندی میں پرمیشور اور بھگوان جیسے اسماء بھی لائن میں نظر آئینگے اور یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جائیگا، جو یقیناً الحاد میں داخل ہے۔

ہم نے جو فہرست اسمائے حسنیٰ کی بنائی ہے اس میں ان تمام امور کا لحاظ کرنے کی کوشش کی ہے، یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی ہے اس کو تو درست طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فہرست گذشتہ تمام انتخابات کے مقابلے میں صحیح ترین ہے، اس احتمال کے ساتھ کہ اس میں بعض غلطیاں بھی ہوسکتی ہیں، اللہ تعالیٰ

کوتاہیوں کو معاف فرمائے ،یقیناً اس میں جو کوتاہی ہے وہ خالص میری جانب سے اور ہر درست لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے کمزور بندے پر انعام ہے، **هو مولانا فنعم المولیٰ ونعم النصير**

واللہ الموفق وهو خير الناصرين

مختصر تشریح اسمائے حسنیٰ

(الثابت بالكتاب والسنة)

ہم نے اپنے انتخاب میں لفظ ''اللہ'' کو الگ ایک وحدہ (اکائی) مانا ہے،اس لئے اس پر بھی شمار نمبر (۱) ڈالا ہے،اس کے بعد بقیہ ننانوے اسماء کو دوسرا وتر مانا ہے لہٰذا '' البادئ'' سے پھر شمار کو شروع کیا ہے،اس تشریح میں اسمائے حسنیٰ کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے،تا کہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔

۱۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُو (حشر ۲۲)

اس لفظ ''اللہ'' کے معنی کیا ہیں اور اس کی لغوی تحقیق کیا ہے؟ اس میں بے انتہا اختلافات ہیں،،اس کی تحقیق کے سلسلے میں علماء کرام نے بڑی لمبی لمبی بحثیں کی ہیں،اس کا مادہ کیا ہے؟ جامد ہے یا مشتق ہے؟اس کا الف لام کیسا ہے؟تعریفی ہے یا عہدی ہے؟ الف لام کے ہوتے ہوئے اس پر ''یا'' کیسے داخل ہوتا ہے؟ان جیسے بہت سے سوالات ہیں جنکا کوئی کافی وشافی جواب نہیں ملتا،حق یہ ہے کہ جس طرح مولیٰ کی ذات کا احاطہ نا ممکن ہے اسی طرح اس کے ذاتی نام کا احاطہ بھی ناممکن ہے لہٰذا ہم اس کے معنی کو بیان کرنے سے قاصر ہیں،اس کے صحیح معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

۱۔الْبَارِئُ

هو الله الخالق البارئ المصور، (سورة الحشر آيه ۲۴)

الموجد لها بريئا من التفاوت (بيضاوى م ش ۵/۲۸۵)

بنانے والا، ایسا موجد جو ماڈل کا محتاج نہیں۔

۲۔الباسط (مسند احمد ۲۸/۹۳ م ش باب مسند انس بن مالک)

هو الذى يرخص الأشياء ويغليها (لسان العرب م ش ۴/۳۶۵)

بيده الضيق والفرج، والعسر واليسر، والشدة والرخاء (فى ظلال القران ۷/۲۴۱)

جو اشیا کو مہنگا سستا کرتا ہے۔

اسی کے اختیار میں ہے تنگی و فراخی، مشکل و آسانی، سختی اور نرمی۔

۳۔الْبَاطِنُ

هو الأول والآخر ولظاهر والباطن (سوره الحديد آية ۳)

حقيقة ذاته فلا تكتنهها العقول (بيضاوى م ش ۵/۲۶۶)

ذات باری کی ایسی حقیقت جس کی تہ تک رسائی ممکن نہیں۔

۴۔الْبَرُّ

وهو البر الرحيم (سورة الطور آية ۲۸)

العطوف على عباده ببره ولطفه (لسان العرب م ش ۴/۵۱)

اپنے بندوں پر لطف و محبت کی نگاہ کرنے والا

۵۔الْبَصِيْرُ

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (سورة الحديد ۴)

هو الذی یشاهد الأشیاء کلها ظاهرها وخافیها بغیر جارحة(لسان العرب م ش ۶۴/۴)

دیکھنے والا، تمام اشیا کے ظاہر و باطن کو بنا کسی وسیلہ کے مشاہدہ کرنے والا۔

۶۔ التَّوَّابُ

أنت التواب الرحیم(سورۃالبقرہ آیۃ۱۲۸)

الرجاع علیٰ عبادہ بالمغفرۃ (بیضاوی م ش ۷۳/۱)

بخشنے والا، اپنے بندوں کی جانب مغفرت کے ساتھ توجہ کرنے والا۔

۷۔ اَلْجَبَّارُ (سورۃالحشر آیہ ۲۴)

القاهر علیٰ خلقه علیٰ ما أراد من أمر ونهی (لسان العرب م ش ۱۱۳/۴)

مختار کل، اپنی مخلوق کے سیاہ وسپید میں خالص اپنے ارادہ اور مرضی کا مالک۔

۸۔ الْحَاسِب

وکفی بنا حاسبین(سورۃالانبیا۴۷)

لامزیدۃ علی علمه وعدله (بیضاوی م ش ۱۹۴/۴)

حساب کرنے والا، جس کے علم اور عدل میں کوئی گنجائش باقی نہ ہو۔

۹۔ الحافظ

فاللہ خیر حافظا وهو ارحم الراحمین(سورۃیوسف آیۃ ۶۴)

نقیض النسیان وهو التعاهد وقلة الغفلة(تهذیب اللغه ۸۵/۲،لسان العرب ۴۴۰/۷،م ش)

ہمہ وقت حفاظت کرنے والا، نسیان کی ضد، نگرانی پر ایسا مستعد کہ غفلت کا شائبہ تک نہ ہو۔

۱۰۔ الحَسِیْبُ

إن اللہ کان علیٰ کل شئ حسیباً(سورۃالنساءآیۃ۸۶)

الکافی (لسان العرب م ش ۱/۰ ۱ ۳،بیضاوی م ش ۳/۹ ۰ ۴ و ۵/۴ ۱)

کافی، جس کے ہوتے ہوئے کسی کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

۱ ۱۔الْحَفِیْظُ

إن ربی علی کل شئ حفیظ (سورۃ ھود آیۃ ۵۷)

لایعزب عن حفظه الأشیاء کلها مثقال ذرة (تاج العروس ۵۰۵۴ و لسان العرب م ش ۷/۰ ۴۴) و قال الحافظ و الحفیظ المؤ کل بالشیء بحفظه۔

محافظ، جس کی حفاظت سے کوئی شے کبھی خارج نہیں، ابن منظورؒ (صاحب لسان العرب کا قول ہے کہ اشیا کو ہر وقت اپنے کنٹرول میں رکھنے والے کو حافظ اور حفیظ کہا جاتا ہے۔

۱۲۔الْحَقُّ

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْبُمِیْنِ (سورۃ النور آیۃ ۲۵)

الثابت بذاته (بیضاوی م ش ۴/۵ ۷ ۳)

جو ثابت ہے اپنے آپ، جسے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۳۔الحکم

افغیر اللہ ابتغی حکماً (سورۃ الأنعام ۱۱۴)

القاضی (لسان العرب م ش ۲ ۱/۰ ۴ ۱) و قال الحکیم و الحکم متقاربتان۔

فیصل، قاضی، صاحب لسان العرب ابن منظورؒ نے کہا حکیم اور حکم قریب قریب ہیں

۱۴۔الْحَکِیْمُ

أنا اللہ العزیز الحکیم (سورۃ النملآیۃ ۹)

المحکم لمبدعاته الذی لا یفعل إلا ما فیه حکمة بالغة (بیضاوی م ش ۱/۸ ۲)

المحکم (لسان العرب م ش ۱ ۱/۱ ۸ ۲)

دانا وبینا، تمام کائنات میں حکیمانہ تصرف کرنے والا، جس کا کوئی کام حکمت بالغہ سے خالی نہیں، دوٹوک۔

۱۵۔ الْحَلِیْمُ

إِنَّهُ كَانَ حَلِيْماً غَفُوْراً (سورة إسراء آية ۴۴)

الساكن القليل الكلام كالصمت (تاج العروس ۱۰۹۲، لسان العرب م ش ۳۵/۲)

ذو الأناة (تاج العروس ۲۳۹۱) السخی (ایضاً ۸۱۹۰ و تهذيب اللغة ۳۳۷/۳)

الرزين، الثخين (تهذيب اللغه ۴۷۸/۲)

برداشت والا، طبیعت میں ٹھہراؤ والا، خاموشی کی حد تک کم گو، صاحب بخشش، سخی، صاحب نوازش وکرم۔

۱۶۔ الْحَمِیْدُ

(سورة الشوریٰ آية ۲۸)

المحمود نفسه، المستحق لذاته الحمد (بیضاوی م ش ۲۶۱/۴)

المستوجب للحمد بصفاته و أفعاله (بیضاوی م ش ۲۹۲/۴)

لائق ستائش، جو اپنی صفات وافعال کی وجہ سے حمد وثنا کے لائق ہے۔

۱۷۔ الْحَیُّ

هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (سورة آل عمران آية ۳)

الذی یصح له فهو واجب لا یزول لا متناعه عن القوة والإمكان (بیضاوی م ش ۲۸۶/۱)

زندہ، جس کی حیات لازم وواجب ہو، جس کی کسی بھی قوت کو زوال ممکن نہ ہو۔

۱۸۔الْخَالِقُ (ایضاً ۲۴)

المقدر للأشیاء علیٰ مقتضی حکمته (بیضاوی م ش ۲۸۵/۵)

تخلیق کرنے والا، چیزوں کی کارکردگی اپنی حکمت کے بموجب طے کرنے والا۔

۱۹۔الْخَبِیْرُ (ایضاً)

العالم بما کان و مایکون (لسان العرب م ش ۲۲۶/۴)

خبر رکھنے والا، تمام ہو چکے اور ہونے والے امور کا واقف کار۔

۲۰۔الْخَلَّاقُ

وھو الخلّاق العلیم (سورۃ یٰس آیة ۸۱)

کثیر المخلوقات (بیضاوی ۶۳/۵

بہت زیادہ مخلوقات کا خالق،

۲۱۔الدّیّان

(بخاری، کتاب التوحید ،باب من ذالذی یشفع عنده إلا لمن أذن له،تعلیقاً، مسند احمد ۴۹۵/۳، مستدرک حاکم، کتاب الأھوال ۵۷۴/۴)

الحکم، القاضی (لسان العرب م ش ۱۶۴/۱۳)

پورا پورا بدلہ دینے والا، حکم، فیصلہ کنندہ

۲۲۔الرازق

(مسند احمد ۹۳/۲۸ م ش باب مسند انس بن مالک)

الذی یرزق الخلق أجمعین (لسان العرب ۱۱۵/۱۰ م ش)

رزق دینے والا، جو تمام مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے۔

۲۳۔الرَّبُّ

الحمدﷲ رب العٰلمین (سورۃالفاتحہ آیۃ ۱)

مالک کل شیء (لسان العرب م ش ۱/۳۹۹)

الرب فی الأصل مصدر بمعنی التربیة وھی تبلیغ الشیء إلی کماله شیئا فشیئاً (بیضاوی م ش ۱/۴)

مربی، پالنہار، ہر ایک شے کا مالک، رب درحقیقت مصدر ہے تربیت کے معنی میں اور اس کا مطلب چیز کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچا دینا ہے۔

۲۴۔ الرَّحْمٰنُ

علم الغیب و الشھادۃ ھو الرحمن الرحیم (سورۃ الحشر ۲۲)

ذو الرحمة التی لا غایة بعدھا فی الرحمة قال ابن عباس عبرانی (لسان العرب م ش ۱۳/۲۳۰)

ایسی مہربانی کرنے والا جس کے بعد مہربانی کا کوئی درجہ باقی نہ رہے۔

۲۵۔ الرَّحِیْمُ (الحشر آیہ ۲۲)

العاطف علی خلقه بالرزق (لسان العرب م ش ۱۲/۲۳۰)

بندہ نواز، مہربان

۲۶۔ الرَّزَّاقُ

ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (سورۃ الذاریات آیۃ ۲۲)

الذی یرزق الخلق أجمعین، وھو الذی خلق الأرزاق (لسان العرب م ش ۱۵/۱۱۵)

الذی یرزق کل ما یفتقر إلی الرزق و فیه إیماء بإستغنائه عنه (بیضاوی م ش ۵/۲۳۱)

جوتمام مخلوق کو رزق دیتا ہے، اور رزق رساں تخلیق کرتا ہے/ جو حاجت مند کو رزق دیتا ہے اور بدلہ کچھ طلب نہیں کرتا۔

۲۷۔الرَّقِیْبُ

إن اللہ کان علیکم رقیبا (سورۃ نساء آیۃ ۱)

الحافظ، الذی لایغیب عنہ شیئٌ (لسان العرب م ش ۱/ ۴۲۴) محافظ، جس سے اخفا ممکن نہیں۔

۲۸۔۔الرَّؤُوْفُ

أَن اللہ رؤف الرحیم (سورۃ النور آیۃ ۲۰)

وهو الرحيم لعباده العطوف عليهم بألطافه والرحمة والرأفة أخص من الرحمة (لسان العرب م ش ۹/ ۱۱۲)

اپنے بندوں پر بے انتہا رحمت والفت کرنے والا، لطف وعنایات کی بارش کرنے والا، رافت، رحمت سے زیادہ اور خاص ہوتی ہے۔

۲۹۔السبوح

(مسلم ب مایقال فی الرکوع والسجود ۳/ ۳۷، أبو داؤد ۳/ ۷۳ ب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ)

الذی ینزہ عن کل سوء

(تاج العروس ۱۶۱۸ ولسان العرب م ش ۲/ ۴۷۰)

ہر عیب سے پاک، جس میں نقص کا امکان ہی نہ ہو۔

۹۵۔الْوَارِثُ وکنا نحن الوارثین (سورۃ القصص آیۃ ۵۸)

الباقی، الدائم الذی یؤرث الخلائق ویبقی بعد فنائهم

(لسان العرب م ش ۲/ ۱۹۹)

باقی رہنے والا، جو تمام خلائق کا وارث ہے کیونکہ ان کے فنا کے بعد وہی اکیلا وارث رہ جائیگا۔

۳۰۔السَّلَامُ (سورۃالحشر آیہ۲۳)

البراءۃوالعافیۃ((لسان العرب م ش ۱۲/۲۸۹)

سلامت رہنے والا،سلامت رکھنے والا۔

۳۱۔السَّمِیْعُ

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورۃفصلت آیۃ۳۶)

الأذن،خَلاله فلم یشتغل بغیرہ

(لسان العرب م ش ۱۶۲/۸)

لا یخفی علیہ ما یسرون ولا ما یضمرون

(بیضاوی م ش ۱۶۷/۴م)

سننے والا، ہمہ تن گوش

ایسا سننے والا کہ جس پر کوئی راز یا خیال مخفی نہ رہے۔

۳۲۔الشافی (بخاری ۱۷/۶۲۲۴دعاء العائذ للمریض م ش)ما یبرء من السقم(لسان العرب م ش ۱۴/۴۳۶)

تندرستی دینے والا،ایسی صحت دینے والا جو بیماری سے پاک ہو۔

۳۳۔الشَّاکِرُ

إن اللہ شاکرٌ علیم(سورۃالبقرھآیۃ۱۵۸)

مثیب علی الطاعۃ(بیضاوی ۱۹۵/۱م ش)

طاعات پرثواب سےنوازنے والا،قدردان۔

۳۴۔الشَّکُوْرُ

اِنَّہٗ غَفُوْرٌشَکُوْرٌ(سورۃفاطرآیۃ۳۰)

المعطی الجزیل باالقلیل (بیضاوی م ش ۵/۲۹۹)

قدردان، تھوڑی محنت پر زیادہ عطا کرنے والا۔

۳۵۔ الشَّهِیدُ

و أنت علىٰ كل شئ شهید (سورة المائدهآیة۱۱۷)

الأمین فی شهادته، الحاضر من ابنیة المبالغه (لسان العرب م ش ۳/۲۳۸)

گواہ، مبالغہ کا صیغہ ہے، ہر وقت حاضر و ناظر، چشم دید گواہ جو امین بھی ہے۔

۳۶۔ الصَّمَدُ (الله الصمد (سورة الاخلاص آیة ۲)

قصدة و صمدالأمر قصد قصده و أعتمده و تصمد له بالعصا قصد السید المصمود إلیه فی الحوائج (بیضاوی م ش ۵/۴۲۵)

بے نیاز، صمد الامر کے معنی ہیں کسی کام کا قصد کرنا، سہارا لینا، لاٹھی پر ٹیک لگانا، ایسا صاحب جس کی جانب احتیاج کے وقت نگاہ اٹھتی ہے، محتاجوں کا مرجع۔

۳۷۔ الظَّاهِرُ (ایضاً)

الظاهر و جوده لكثرة دلائل (بیضاوی م ش ۵/۲۶۶)

کثرت دلائل کی بنا پر جس کا وجود ظاہر و باہر ہو۔

۳۸۔ العالم

و كنا بكل شیء عالمین (سورة لانبیاء ۸۱)

العالم بما كان و مایكون قبل كونه و بما یكون و لما یكن بعدُ قبل أن یكون، لم یزل عالماً و كذا عالم (لسان العرب م ش ۱۲/۴۱۶)

ہو چکے اور ہونے والے سے قبل وقوع اور بعد وقوع پوری طرح باخبر، کبھی بھی کسی حال میں وہ بے خبر نہیں ہوتا۔

۳۹۔الْعَزِیْز (سورۃالحشر ۲۴)

ھو الممتنع فلایغلبہ شیء/القوی الغالب کل شیء

(لسان العرب م ش ۵/۳۷۴)

المنیع الذی لا یغلب

(بیضاوی م ش ۵/۱۵۱)

غالب،جس پر غلبہ کا تصور بھی نہ کیا جا سکے/ہر چیز پر قوت وغلبہ رکھنے والا/مغلوبیت جس کے منافی ہو۔

۴۰۔الْعَظِیْمُ (بقرہ آیۃ ۲۵۵)

الواسع، المبسط، (تاج العروس ۱/۳۵)

ذو الکبریاء (ایضاً ۱/۱۴۴۳)

جاوز قدرہ وجل عن حدود العقل حتی لا تتصور الإحاطۃ بکنھہ وحقیقتہ

(لسان العرب م ش ۱۲/۴۰۹)

بڑا، پھیلاؤ والا/ بڑائی والا/جس کی قدرت حدود عقل سے ماورا ہو حتیٰ کہ اس کی حقیقت و ماہیت کا تصور بھی محال ہو۔

۴۱۔الْعَفُوُّ

إِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْراً (سورۃ النساء آیۃ ۴۳)

التجاوز عن الذنب وترک العقاب علیہ وأصلہ المحو والطمس وھو من أبنیۃ المبالغۃ

(لسان العرب م ش ۱۵/۷۲)

درگذر کرنے والا، بنا سزا دیئے گناہوں کو معاف کرنے والا، اس کے لغوی معنیٰ ’’میٹ دینا‘‘ ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۴۲۔ الْعَلِيُّ

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (سورة بقره آية ٢٥٥)

الرفيع (لسان العرب م ش ١٥/٨٣)

مترفع على كل شيء و متسلط عليه (بيضاوى م ش ۴/۴۹۵)

بلند، ہر شے سے فائق اور تسلط و غلبہ والا۔

۴۳۔ الْعَلِيمُ (وهو بكل شيء عليم (بقره آية ١١٥)

لا عليه خافية في الأرض ولا في السماء سبحانه وتعالىٰ أحاط علمه بجميع الأشياء باطنها و ظاهرها دقيقها و جليلها على أتم الإمكان، و عليم فعيل من إبنة المبالغة و يجوز أن يقال للإنسان الذي علمه الله علماً من العلوم عليم۔

(لسان العرب م ش ١٢/۴١٦)

وہ باخبر جس سے زمین و آسمان میں کوئی چیز مخفی نہیں ،جس کا علم تمام اشیا کے ظاہر و باطن، پیچیدگی وسادگی کا امکان کی آخری حد تک احاطہ کئے ہوئے ہے، علیم فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے ،اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو جس ہستی نے علوم سے بہرہ ور کر کے عالم بنایا ہے، اس عظیم ہستی کو علیم کہا جاتا ہے۔

۴۴۔ الغالب

والله غالب على أمره (سورة يوسف آية ٢١)

لا يرده شيء ولا ينازعه في مايشاء (لسان العرب م ش ٣/١٣٩)

غلبہ والا، جس کی منشات کے آگے بس نہ چلے۔

۴۵۔ الْغَفَّارُ

وإني لغفارٌ لمن تاب (سورة طه آية ٨٢)

الغفور و الغفار هما من بنية المبالغة و معناهما الساتر لذنوب عباده المتجاوز عن خطاياهم و ذنوبهم.

(لسان العرب م ش ۲۵/۵)

بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والا، خطاؤں کو درگزر کرنے والا۔

۴۶۔ الْغَفُوْرُ

وهو الغفور الودود (سورة البروج آية ۱۴)

البليغ المغفرة (بيضاوی م ش ۵۰۰/۳)

بے حد مغفرت کرنے والا، دیکھئے الغفار۔

۴۷۔ الْغَنِیُّ (والله غنی حليم (سورة البقره آية ۲۶۳)

هو الذی لا يحتاج إلى أحد فی شیء و كل أحد محتاج إليه

(لسان العرب م ش ۱۴۶/۱۵)

بے نیاز، جو کسی معاملے بھی کسی کا محتاج نہیں، اور دوسرے تمام ہر ایک معاملے میں اس کے محتاج و دست نگر ہیں۔

۴۸۔ الْفَتَّاحُ

وهو الفتاح العليم (سورة سبا آية ۲۶)

الحاكم الفاصل فی القضايا المتغلقه (بيضاوی م ش ۳۱/۵)

هو الذی يفتح أبواب الرزق و الرحمة لعباده (تاج العروس ۱۶۹۳)

الحاكم، القاضی (تهذيب اللغة ۸۲/۲)

معمات کا فیصلہ محکمات میں کرنے والا، اپنے بندوں پر رحمت و کشادگی کے در کھولنے والا، حاکم، قاضی، معموں اور گتھیوں کو چٹکیوں میں سلجھانے والا۔

۴۹۔القابض

(مسنداحمد۹۳/۲۸ م ش باب مسند انس بن مالک)

وملخ الشیء(لسان العرب م ش ۵۶/۲)

هو الذی یمسک الرزق وغیره من الأشیاء عن العباد بلطفه

(لسان العرب م ش ۲۱۳/۷)

روک،ٹوک کرنے والا، جو اپنے بندوں سے لطفاً وحکمتاً چیزوں کو روکتا ہے۔

۵۰۔الْقَادِرُ

قل هو القادر (سورة الأنعام آیة ۶۵)

القادر والقدیر، من القدرة ویکونان من التقدیر، للمبالغه، القدر قضاء والحکم

(لسان العرب م ش ۷۴/۵)

حاکم، صاحب قوت وقدرت، قادر اور قدیر دونوں قدرت یا تقدیر سے ماخوذ ہیں، قدر تقدیر اور فیصلہ کو کہا جاتا ہے۔اسی سے مقتدر ہے۔

۵۱۔القاهر (وهو القاهر فوق عباده (سورة الأنعام آیة ۶۱)

قهر خلقه بسلطانه وقدرته وصرفهم علیٰ ما أراد طوعاً وکرهاً

(لسان العرب م ش ۱۲۰/۵)

جو مخلوق پر اپنی طاقت واختیار کی وجہ سے غالب ہے، حسبِ منشا تصرف کرنے والا۔

۵۲۔الْقُدُّوْسُ (ایضاً)

الطاهر المنزه عن العیوب والنقائص (لسان العرب م ش ۱۶۸/۶) البالغ فی النزاهة عما یوجب نقصاناً (بیضاوی م ش ۲۸۵/۵)

تمام عیوب ونقائص سے پاک۔

جو پاکی اور تنزیہ میں اس درجہ پہنچا ہوا ہو کہ اس کی ذات ہر اس چیز سے بلند ہو جو نقص میں شمار ہوتی ہو۔

۵۳۔ الْقَدِيْرُ

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (سورۃ النحل ۷۰)

القادر والقدير، من القدرة ويكونان من التقدير، للمبالغه، القدر قضاء والحكم (لسان العرب م ش ۵/۷۴)

حاکم، صاحب قوت/ یہ قدرت یا تقدیر سے ماخوذ ہے، مبالغہ کا صیغہ ہے، قدر تقدیر اور فیصلہ کو کہا جاتا ہے۔ اسی سے قادر اور مقتدر ہے۔

۵۴۔ الْقَرِيْبُ

إنّ ربی قریب مجیب (سورۃ ھود آیۃ ۶۱)

دنا (لسان العرب م ش ۱/۶۶۲)

نزدیک، جو ہر وقت ساتھ رہتا ہے، ہمدم و دم ساز

۵۵۔ الْقَوِیُّ

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (سورۃ شوری آیۃ ۱۹)

القادر علیٰ کل شیء و الغالب علیه/ الباهر القدرة (بیضاوی م ش ۳/۵، ۱۰۸/ ۱۵۱)

قوت و طاقت والا، ہر چیز پر قدرت و غلبہ والا/ جس کی قوت ظاہر ہے۔

۵۶۔ الْقَهَّار

وھو الواحد القھار (یوسف ۲۹)

القھر الغلبة للمبالغه (لسان العرب م ش ۵/۱۲۰)

قوت و غلبہ والا، مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۵۷۔ الْقَیُّوْمُ

اللہ لا إله إلا هو الحی القيوم (آل عمران آية۳)

الدائم، القيّام بتدبير الخلق وحفظه (بیضاوی م ش ۱/ ۲۸۶)

ہمیشہ رہنے والا، مخلوق کی حفاظت وانتظام کے لئے ہروقت مستعد۔

۵۸۔ الکبیر

وهو الكبير المتعال (سورة الرعد ۹)

العظيم الشأن (بیضاوی ۳/ ۲۱۴)

لا شیء أعلى منه شأناً واكبر منه سلطاناً (بیضاوی ۴/ ۲۹۰)

بڑی شان والا، نہ شان میں کوئی اس سے بڑھا ہوا ہے، نہ بادشاہی میں۔

۵۹۔ الْکَرِیْمُ

إن ربی غنیٌ کریم (سورة النمل آية ۴۰)

الكثير الخير الجواد المعطى الذى لا ينفد عطاء ہ (لسان العرب م ش ۱۲/ ۱۰/ ۵۱)

ایسا ذرہ نواز جس کی عطا کا سلسلہ لامتناہی ہو۔

۶۰۔ اللَّطِیْفُ

وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (سورة الملک ۱۴)

الرفيق بعباده الذى يوصل اليک أربک فی رفق التوفيق والعصمة (لسان العرب م ش ۹/ ۳۱۶)

اپنے بندوں پر مہربان، وہ ذات جو تمہاری ضروریات حلال طور پر تم تک پہنچائے۔

۶۱۔ الْمالکُ

مالک یوم الدين (سورة الفاتحه آية ۳)

ذو الملک (لسان العرب م ش ۴۹۱/۱۰)

ملک والا، کائنات کا مالک

۶۲۔ الْمُبِیْنُ (نور ۲۵)

الظاهر، الظاهر ألوهيته لا يشارک فيذالک غيره ولا يقدر على الثواب والعقاب سواه

(بیضاوی م ش ۳۷۵/۴)

کھلا ہوا، جس کی معبودیت ظاہر و باہر ہے، نہ کوئی اس میں شریک ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی جزا و سزا پر قادر ہے۔

۶۳۔ المتعال، العالی (وهو الكبير المتعال (سورة الرعد ۹)

العا، الأعلى، ذو العلیٰ (لسان العرب م ش ۸۳/۱۵)

الأعلیٰ، کل من يلی أمر کم (بیضاوی م ش ۳۶۷/۵)

المستعلى على کل شیء بقدرته، الذی کبر عن نعت المخلوقين وتعالیٰ عنه

(بیضاوی ۲۱۴/۳)

بلند و بالا، ہر یکہ تمہارے معاملات کا نگراں ہو، جو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ہر چیز سے بلند تر ہے، یہاں تک کہ مخلوق کی ثنا خوانی سے بھی فائق، ماوراء و بے نیاز ہے۔

۶۴۔ الْمُتَکَبِّرُ (ایضاً)

الذی تکبر من ظلم عباده

(لسان العرب م ش ۱۲۵/۵)

الذی تکبر من کل ما یوجب حاجة أو نقصاناً

(بیضاوی م ش ۲۸۵/۵)

بڑائی والا، اپنے بندوں کے کفر و شرک کو خاطر میں نہ لانے والا، ان چیزوں سے بلند جو حاجت و نقص کو لازم کرتی ہیں۔

۶۵۔ الْمَتِیْنُ

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ (سورۃ ذاریات آیۃ ۵۸)

الشدید (لسان العرب م ش ۳۹۸/۳، بیضاوی م ش ۲۳۱/۵)

مضبوط، مستحکم، اٹل

۶۶۔ الْمُجِیْبُ (سورۃ ھود آیۃ ۶۱)

الذی یقابل الدعا و السؤال بالعطاء و القبول (لسان العرب م ش ۲۸۳/۱)

قبول کرنے والا، وہ عظیم ہستی جو دعا کو قبولیت سے اور سوال کو جود و عطا سے شرف یاب کرتی ہے۔

۶۷۔ الْمَجِیْدُ

ذو العرش المجیدُ (سورۃ البروج آیۃ ۱۵)

السخی و الکریم (للآباء خاصة) (لسان العرب م ش ۳۹۵/۳)

ذو المجد و الشرف (بیضاوی م ش ۲۱۸/۵)

العظیم فی ذاته و صفاته (بیضاوی م ش ۳۸۸/۵)

صاحب بخشش و کرم، یہ لفظ صرف بڑوں کے لئے بولا جاتا ہے، شرف و بزرگی والا، جو اپنی ذات اور صفات میں معظم ہے۔

۶۸۔ المحیط

و کان اللہ بکل شیء محیطا (سورۃ النسا آیۃ ۱۲۶)

عالم بجمل الأشیاء و تفاصیلها مقتدر علیها لا یفوته شیء منها (بیضاوی م ش ۱۴۶/۵)

لا یعجزہ أحد قدرتہ مشتملة علیھم

(تاج العروس ۸۴۰۵، و لسان العرب م ش ۷/ ۲۷۹)

گھیرنے والا۔ تمام اشیا کے اجمال اور تفصیلات کو جاننے والا، جس کے علم وقدرت کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

۶۹۔ المستعان

وربنا الرحمن المستعان علیٰ ما تصفون (سورۃ الانبیاء آیۃ ۱۱۲)

المطلوب منہ المعونۃ (بیضاوی م ش ۴/ ۲۳۸)

جس سے مدد طلب کی جائے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی نہیں جو مدد کرے۔

۷۰۔ المسعِّر

(مسند احمد ۲۸/ ۹۳ باب مسند انس بن مالک)

ھو الذی یرخص الأشیاء و یغلیھا (لسان العرب م ش ۴/ ۳۶۵)

جو اشیا کو مہنگا سستا کرتا ہے۔

۷۱۔ الْمُصَوِّرُ (سورۃ الحشر آیہ ۲۴)

الموجد لصورھا و کیفیاتھا کما أراد (بیضاوی م ش ۵/ ۲۸۵)

شکل وصورت دینے والا، اپنی مرضی کے مطابق چیزوں کی صورت گری کرنے والا

۷۲۔ المعطی

(بخاری ۱۰/ ۳۵۸ م ش)

الذی لا ینفد عطاؤہ (بیضاوی ۵/ ۸۷ م ش)

جس کی عطاو بخشش میں کمی اور ٹوٹ نہیں آتا۔

۷۳۔ المقتدر (فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (سورۃ القمر آیۃ ۵۵)

القادر والقدير، من القدرة ويكونان من التقدير، للمبالغه، القدر قضاء والحكم

(لسان العرب م ش ۵/۷۴)

حاکم، صاحب قوت واقتدار، فیصل۔

۷۴۔ المقدم

(متفق عليه)

الذی يقدم الأشياء ويضعها فی مواضعها فمن استحق التقديم فقدمه

(لسان العرب م ش (۱۲/۴۶۵)

بڑھانے والا، جو آگے بڑھا کر اشیا کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے۔

۷۵۔ الْمُقِيْتُ

و كان الله على كل شئ مقيتاً (سورة النساء ۸۵)

الحفيظ، الذی يعطی الشیء قدر الحاجة (تاج العروس ۱۱۵۳)

نگراں، بقدر حاجت نوازنے والا۔

۷۶۔ الْمَلِکُ (ایضاً ۲۳)

محتوی الشیء و القادر علی الإستبداد به

(لسان العرب م ش ۱۰/۴۹۱)

من تعالیٰ أمره فی الملک (بیضاوی م ش ۵/۲۵۲)

ہر چیز پر قادر و مختار کل۔

ملک میں جس کی بالادستی قائم ہو۔

۷۷۔ الْمَلِيْکُ

فی مقعد صدق عند مليک مقتدر (سورة القمر آية ۵۵)

ذوی الملک و الإقتدار بحیث أبھمه ذو الأفھام

(لسان العرب م ش ۱۰/۴۹۱)

زبردست بادشاہ، صاحب ملک واقتدار، تمام صاحبوں پر جس کی پکڑ ہے۔

۷۸۔ المنان

(ابو داؤد ۴/۲۹۱ م ش)

المعطی إبتداء (تھذیب اللغه للأزھری ۵/۲۱۱، لسان العرب م ش ۱۳/۴۱۵)

الرحیم بعبادہ (تھذیب اللغه ۱/۴۴۱)

بخشش میں پہل کرنے والا، عطا میں بندوں پر رحم کا معاملہ کرنے والا

۷۹۔ الْمَوْلیٰ

هُوَ مَوْلٰکُمْ نِعْمَ الْمَولیٰ (سورۃ الحج ۷۸)

ناصرکم و متولی أمورکم (بیضاوی م ش ۴/۱۳۰، المالک ۵/۹۶)

۸۰۔ الْمُؤْمِنُ (سورۃ الحشر آیه ۲۳)

ھو الذی یصدق عبادہ وعدہ (لسان العرب م ش ۱۳/۲۱)

اپنے بندوں سے کئے ہوئے وعدوں کو سچ کر دکھانے والا۔

۸۱۔ الْمُھَیْمِنُ (سورۃ الحشر آیه ۲۳)

الشاھد و ھو من أمن غیرہ من الخوف (لسان العرب م ش ۱۳/۴۳۶)

نگران، جس کی نگرانی پر ایسا اعتماد کیا جاتا ہو کہ خوف کا نام ونشان نہ رہے۔

۸۲۔ المؤخر (متفق علیه)

ھو الذی یؤخر الأشیاء فیضعھا فی مواضعھا (لسان العرب م ش ۴/۱۱)

پیچھے ہٹانے والا، جو اشیا کو پیچھے ہٹا کر ان کو صحیح درجہ دیتا ہے۔

۸۳۔ النَّصِيْرُ

وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (سورۃ الحج ۷۸)

معين المظلوم نصره علیٰ عدوه (لسان العرب م ش ۵/ ۲۱۰)

مدد کرنے والا، دشمن کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرنے والا۔

۸۴۔ النُّوْرُ

اللہ نور السمٰوٰت والأرض (سورۃ النور آیۃ ۳۵)

هوالذی يبصر بنوره ذاالعماية ويرشد بهداه ذاالغواية (لسان العرب م ش ۵/ ۲۴۰)

نور، جو اپنے نور سے اندھوں (مراد تمام انسان ہیں کیونکہ اگر اس کا نور موجود نہ ہو تو تمام لوگ اندھے ہیں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے) کو بینا کرتا ہے، اور گمراہوں (اگر اس کی جانب سے ہدایت کی روشنی نہ بھیجی جائے تو تمام انسان گمراہ ہیں) کو ہدایت یاب کرتا ہے۔

۸۵۔ الْوَاحِدُ (وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارِ (سورۃ یوسف آیۃ ۳۹)

لا شريک له، (بيضاوی م ش ۱/ ۱۹۹

اکیلا، جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

۸۶۔ الوارث

وکنا نحن الوارثين (سورۃ القصص آیۃ ۵۸)

إذ لم يخلفهم أحد يتصرف تصرفهم فی ديارهم وسائر متصرفاتهم (بيضاوی ۴/ ۴۵۸)

يبقی بعد فناء الکل ويفنی من سواه فيرجع ما کان مِلک العباد إليه وحده لا شريک له

(تاج العروس ۱/ ۱۳۱۹)

جب ان (بندوں) کے پیچھے کوئی (وارث) نہیں بچتا تو ان کی تمام املاک وجائداد میں وہی تصرفات کرتا ہے۔

سب کے فنا ہونے کے بعد وہی باقی رہ جاتا ہے اکیلا، جب اسکے سوا باقی سب فنا ہو جاتا ہے تو پھر تمام بندوں کی املاک اسی کی طرف لوٹ جاتی ہیں، جو وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔

۸۷۔ الْوَاسِعُ

إن اللہ واسع علیم (سورۃ بقرہ ۵ آیة ۱۱)

هو الذی وسع رزقه ورحمته جمیع خلقه (لسان العرب م ش ۸/۳۹۲)

یتناول کل خیر (بیضاوی م ش ۱/۸۱)

المنبسط (تاج العروس ۳۵)

کھلے ہاتھ والا، جسکا رزق ورحمت تمام مخلوق پر پھیلا ہو، بخشش میں سرگرم، ناپیدا کنار

۸۸۔ الوالی

ومالهم من دونه من وال★ (سورۃ الرعد آیه ۱۱)

وهو المالک الأشیاء جمیعها المتصرف فیها

(تاج العروس، ۸۶۵۷/۱، لسان العرب ۴۰۵/۱۵ م ش)

حامی، تمام اشیا کا مالک اور ان میں تصرف کرنے والا،

۸۹۔ الْوَدُوْدُ

وهو الغفور الودود ذو العرش المجید★ (سورۃ البروج آیة ۱۴)

المحب لمن أطاع، (بیضاوی م ش ۳۸۷/۵)

اطاعت گذاروں سے بے پناہ محبت رکھنے والا۔

۹۰۔ الْوَکِیْلُ

وکفیٰ بربک وکیلا (سورۃ الإسرآیة ۶۵)

هو المقيم الكفيل بأرزاق العباد (لسان العرب م ش ١١/٣٤٧)

بندوں کو رزق پہنچانے پر مستعد اور کافی۔

٩١۔ اَلْوَلِیُّ

وهو الولی الحمید (سورة الشوریٰ آية ٢٨)

هو الناصر (لسان العرب م ش ١٥/٤٠٥)

الذی یتولیٰ عباده بإحسانه و نشر رحمته (بیضاوی ٥/٥٤ ١ م ش)

مددگار رحامی، حمایت کرنے والا، تمام امور کا متولی رمالک

جو اپنے بندوں کی احساناً حمایت کرتا ہے، اور ان پر اپنی رحمت کے دریا بہاتا ہے۔

٩٢۔ اَلْوَهَّابُ

إنک أنت الوهاب (سورة آل عمران آية ٨)

الذی له أن یهب کل ما یشاء لمن یشاء (بیضاوی م ش ٥/٨٧)

المعطی ما یشاء لمن یشاء (بیضاوی م ش ٥/٩٤)

الهبة العطية الخالية عن الأعواض والأغراض فإذا كثرت سمى صاحبها وهاباً وهو من ابنية المبالغة، المنعم على العباد (لسان العرب م ش ١/٨٠٣)

عطا کرنے والا، بلاعوض جسے چاہے اور جو چاہے دینے والا۔

٩٣۔ اَلْهَادِیُ

و کفیٰ بربک هادیاً و نصیراً (سورة الفرقان ٣١)

یدل علی الطریق أو یهدی أبواب الدین (بیضاوی م ش ٤/١٠٠)

ہدایت دینے والا، راہ نما، دین کی راہ سجھانے والا

٩٤۔ اَلْآخِرُ (ایضاً)

الباقی بعد فنائها ولو بالنظر إلی ذاتها مع قطع النظر عن غیرها،
(بیضاوی م ش ۵/۲۶۶)

تمام موجودات کے ناپید ہونے کے بعد بھی رہنے والا،

۹۵۔ الْأَحَدُ

قل هو الله أحد (سورة الاخلاص آیة ۱)

الفرد، الذی لم یزل وحده ولم یکن معه أخر وهو اسم بنی لنفی مایذکر معه من العدد (لسان العرب م ش ۳/۷۰)

تنہا، جس کی یکتائیت کو زوال نہیں، یہ اسم قطعی ہے جو شمار و تعدد کی نفی کرتا ہے۔

۹۶۔ الْأَعْلیٰ

سبح اسم ربک الأعلیٰ (سورة الأعلی آیة ۱)

العالی مما یثنی علیه لا إله إلا الله وحده لا شریک له (لسان العرب م ش ۱۵/۸۳)

بلند، رفیع، جس کی ثنا اس طرح کی جاتی ہے ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے'':۔

۹۷۔ الْأَکْرَمُ

إقرأ وربک الأکرم (سورة العلق ۳)

الزائد فی الکرم علیٰ کل کریم (بیضاوی م ش ۵/۴۰۸)

بہت زیادہ کرم کرنے والا، کریموں کا کریم۔

۹۸۔ الْأَوَّلُ

هُوَ الْأَوَّلُ والأٰخر والظاهر والباطن (سورة الحدید ۳)

السابق علیٰ سائر الموجودات من حیث أنه موجدها و محدثها

(بیضاوی م ش ۲۵۶/۵)

تمام موجودات کے موجد وصانع کی حیثیت سے ان پر سبقت رکھنے والا۔

۹۹۔الإلٰهُ

هو الله الذی لا إله إلا هو (سورة الحشر آیة ۲۳)

الله عز و جل، و کل ما اتخذ من دونه معبودا إله عند متخذه

(لسان العرب م ش ۴۶۷/۱۳)

اللہ تعالیٰ، معبود، جس کی عبادت کی جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی پوجا کی جاتی ہے، پوجنے والے ان کو بھی معبود ہی مانتے ہیں۔

اس فہرست میں ۹۰ اسماء قرآن کریم سے اخذ کئے ہیں جبکہ ۹ نام احادیث صحیحہ سے لئے گئے ہیں، ان اسماء کو جن روایات کی بنیاد پر اختیار کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں، اس انتخاب میں کوئی اسم کسی فعل یا صفت سے اشتقاق کر کے بنایا نہیں گیا ہے، ممکن ہے کہ کوئی لفظ کوشش کے باوجود چھوٹ گیا ہو، اگر ایسا ہو تو قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اسکی اطلاع بذریعہ فون، خط یا ای میل کریں تا کہ اس پر غور کیا جاسکے۔

الدَّیّان

عن عبد الله بن أنیس قال سمعت النبی ﷺ یقول: "یحشر الله العباد فینادیهم بصوت یسمعه من بعد کما یسمعه من قرب أنا الملک أنا الدیّان★

(بخاری، کتاب التوحید، باب من ذالذی یشفع عنده إلا لمن أذن له، تعلیقاً، مسند احمد ۴۹۵/۳، مستدرک حاکم، کتاب الأهوال ۵۷۴/۴)

حضرت عبداللہ بن انیس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کرے گا (قیامت کے دن) پھر ان کو پکارے گا، ایسی آواز میں جسے دور والے بھی ایسا ہی سنیں گے جیسا قریب والے سن رہے ہونگے، میں ملک (بادشاہ) ہوں، میں دیان (فیصلہ کرنے والا، بدلہ دینے والا،) ہوں۔

حضرت عمرؓ نے اس اسم کو بطور اسم اللہ کے استعمال کیا، فرماتے ہیں:

''ویل لدیان من فی الأض من دیان من فی السماء یوم یلقونه إلا من أم العدل وقضیٰ بالحق ولم یقض علی هویً ولا علی قرابة ولا رغب ولا علی رهب وجعل کتاب اللہ مرآة بین عینیه★

(العلو للعلی الغفار، للذهبی ۱/ ۸۷، السنن الکبریٰ، للبیهقی باب إثم من أفتی أو قضی بالجهل، ۱۰/ ۱۱۷، ح۲۰۸۵۶، مصنف إبن أبی شیبه باب فی الحکم یکون هواه لأحد الخصمین، ۷/ ۲۲۹، تاریخ دمشق باب محمد بن أبی نعیم بن منصور ۵۶/ ۱۳۱، فضائل الباطنیه للغزالی، ۱/ ۲۱۰، معارج القبول، للحکمی ص ۱۷۶، کنز العمال باب الترغیب للأمارة ۵/ ۵۶۷، (المکتبه الشامله)

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا، زمین کے دیان کے لئے ہلاکت ہے، آسمان کے دیان کی جانب سے، قیامت کے دن، مگر جو عدل کے ساتھ حکومت کرے، حق کے ساتھ فیصلہ کرے، اور من چاہے فیصلے نہ کرے، نہ رشتہ ناتے کی طرف جھکے، نہ کسی لالچ یا خوف کو خاطر میں لائے، اور اللہ کی کتاب کو آئینہ بنائے رکھے۔

السبوح

عن مطرف بن عبداللہ بن الشخیر أنّ عائشة رضی اللہ عنہا نبأته: أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کان یقول فی رکوعه وسجوده سبوحٌ قدوسٌ رب الملٰئکة والروحِ★

(مسلم واللفظ له ب مايقال فى الركوع والسجود ۳/۴۷، أبو داؤد ۳/۷۳ ب مايقول الرجل فى ركوعه وسجوده)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع اور سجدہ میں یہ کلمات کہا کرتے تھے، سبوح (پاک ومنزہ) قدوس (مقدس ومعزز) آپ ہی فرشتوں اور جبرئیل کے رب ہیں۔

الشافى

عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا أتىٰ مريضاً أو أوتى به قال اذهب البأس ربَّ الناس اشف وأنت الشافى لا شفاءَ إلا شفاؤك شفاءً لا يغادر سقماً★

(بخارى ۷ / ۲۶ / ۴ دعاء العائذ للمريض م ش)

حضرت مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مریض کی عیادت کو جاتے یا کوئی مریض آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ یہ کلمات ارشاد فرماتے ، (إذهب البأس) اے پروردگار مرض کو ختم فرمادے، اور شفاء عطا فرما آپ ہی ''شافی'' ہیں، آپ کی شفاء کے علاوہ کوئی ایسی شفاء نہیں کہ مرض باقی نہ رہے۔

القابض، الباسط، المسعِّر، الرازق

عن أنس بن مالك قال غلا السعرُ بالمدينة على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال الناس يا رسول الله غلا السعر سعِّر لنا فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إن الله هو المسعِّر القابض الباسط الرازق إنّى لأرجو أن ألقى الله عز وجل وليس أحد منكم يطلبنى بمظلمة فى دمٍ ولا مال (مسند احمد ۲۸ / ۹۳ م ش باب مسند انس بن مالک)

حضرت انس ابن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں مہنگائی بڑھ گئی ، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آقا! مہنگائی بہت ہوگئی ہے، لہٰذا آپ بھاؤ کو متعین فرمادیں! آپ نے ارشادفرمایا، اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ بنانے والا ہے، تنگی وفراخی کا مالک بھی وہی ہے، وہی رزق رساں ہے، اور میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملونگا کہ مجھ پر کسی کا نہ مالی ظلم کا دعوی ہوگا، نہ جانی حق کا مطالبہ۔

المعطی

عن حمید بن عبد الرحمن أنه سمع معاویة یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یرد اللہ به خیراً یفقهه فی الدین واللہ المعطی وأنا القاسم،إلی آخر الحدیث، (بخاری ۳۵۸/۱۰م ش)

حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

المقدم، المؤخر

۱۔عن طاؤس سمع ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا قام من اللیل یتهجد قال اللهم لک الحمد أنت قیم السمٰوٰت والأرض ومن فیهن ولک الحمد لک ملک السمٰوٰت والأرض ومن فیهن ولک الحمد أنت نور السمٰوٰت والأرض ومن فیهن ولک الحمد أنت مَلِکُ السمٰوٰت والأرض ولک الحمد أنت الحق ووعدک الحق ولقاؤک حق وقولک حق والجنة حق والنار حق والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق والساعة حق اللهم لک أسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت وإلیک أنبت وبک خاصمت

و إلیک حاکمت فاغفر لی ما قدّمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت أنت المقدِّم و أنت المؤخر لا إله إلا أنت أو لا إله غیرک★(بخاری ۴/۲۷۸ م ش)

حضرت طاؤس ؓ حضرت ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تھے تو یہ دعاء کیا کرتے تھے اے اللہ آپ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں آپ ہی زمینوں آسمان اور ان میں موجود تمام اشیاء کو قائم رکھنے والے ہیں، تمام خوبیاں آپ ہی کے لئے ہیں، زمین و آسمان میں بادشاہی آپ ہی کی ہے، تمام تعریفیں آپ کیلئے ہیں، آپ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہیں، آپ زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں، تمام خوبیاں آپ کیلئے ہیں، آپ کی ذات حق ہے، آپ کا وعدہ اٹل ہے، آپ کے سامنے حاضری یقینی ہے، آپ کا قول سچا ہے، جنت اور جہنم یقینا موجود ہیں، تمام انبیاء سچے ہیں، محمد ﷺ برحق ہے، قیامت حق ہے، اے اللہ میں آپ ہی کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہوں، آپ پر ایمان لاتا ہوں، آپ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، آپ ہی کی جانب متوجہ ہوتا ہوں، آپ ہی کی مدد سے دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہوں اور آپ ہی کو حاکم بناتا ہوں، پس میری اگلی پچھلی خطا معاف فرما دیجئے، وہ بھی جو میں نے کھل کر کی اور وہ بھی جو میں نے چھپ کر کی، سب سے پہلے بھی آپ ہیں اور سب کے بعد بھی آپ ہیں، آپ اکیلے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲۔عن علی بن أبی طالب قال کان النبی ﷺ إذا سلم من الصلوۃ قال: اللھم اغفر لی ما قدّمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت و ما أسرفت و ما أنت أعلم به منی أنت المقدِّم و أنت المؤخِّر لا إله إلا أنت المقدم★(أبو داؤد ۱۳/۲۴۸)

حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سلام پھیرتے تو یہ کلمات ارشاد فرماتے، اے اللہ میرے اگلے پچھلے ظاہر و باطن تمام گناہوں کو اور مجھ سے ہوئی ہر ایک زیادتی کو اور میرا ہر وہ گناہ جو مجھ سے زیادہ آپ کے علم میں ہے، معاف فرما دیجئے!

۳۔ عن أبی بردة بن أبی موسی الأشعری عن أبیه أنّ النبی ﷺ أنه کان یدعو بهذا الدعاء: اللهم اغفر لی خطیئتی و جهلی و إسرافی فی أمری و ما أنت أعلم به منّی اللهم اغفر لی جدی و هزلی و خطئی و عملی و کل ذالک عندی اللهم اغفر لی ما قدّمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت و ما أنت أعلم به منی أنت المقدِّم و أنت المؤخِّر و أنت علیٰ کل شئ قدیر★

(مسلم ۲۴۸/۱۳)

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعریؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعاء مانگا کرتے تھے، اے اللہ میری خطاؤں کو میری جہالت اور میری زیادتی جو میرے کاموں میں ہوئی آپ اس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں معاف فرما اور میرے اسراف کو معاف فرما اور معاف فرمادے میرے ان گناہوں کو جو میں نے سوچ سمجھ کر کئے اور جو مذاق مذاق میں ہوئے، جو بھول سے ہوئے اور جو ارادتاً کئے یہ سب قصور مجھ میں ہیں، اور معاف فرمادے میرے اگلے پچھلے، ڈھکے چھپے سب گناہوں کو، آپ ان کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ ہی بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے رکھنے والے ہیں، آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

الْمَنَّانُ

المنان حدیث صحیح میں اسم الٰہی کے بطور وارد ہوا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن حفص یعنی ابن أخی أنس عن أنس أنه کان مع رسول اللہ ﷺ جالساً و رجل یصلی ثم دعا اللهم إنی أسئلک بأن لک الحمد لا إله إلا أنت المنان بدیع السمٰوت و الأرض یا ذالجلال و الإکرام یا حیّ یا قیوم فقال النبی ﷺ لقد دعا اللہ باسمه العظیم الذی إذا دُعی به أجاب و إذا سئل به أعطی۔

(ابو داؤد ۱۲۹۱/۴ مش)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہے تھے، پھر انہوں نے دعا کی یا اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ آپ ہی خوبیوں کے مالک ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ احسان کرنے والے ہیں کائنات کے بنانے والے ہیں، اے بزرگی اور عزت والے، اے زندہ و قیم ہمیشہ رہنے والے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے ، جب اس نام کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو اللہ قبول کرتا ہے، سوال کیا جاتا ہے تو پورا کرتا ہے۔

اسی لئے اکثر ائمہ نے المنّانُ کو اپنے انتخاب میں جگہ دی ہے۔

اسمائے غیر ثابتہ

ہم پیچھے کافی اسماء پر بحث کر چکے ہیں اور اس پر بھی کافی حد تک روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ ان کے اندر اسماء الٰہی ہونے کی صلاحیت کس لئے نہیں ہے، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام ناموں کو بھی یکجا کر دیا جائے ، جن کو بعض ائمہ نے اختیار کیا ہے مگر ہم نے اپنے مطالعے میں ان کے اندر اسمائے حسنیٰ بننے کی صلاحیت کو مفقود پایا ہے لہٰذا ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے، وہ اسما یہ ہیں۔

الجامع، الكفيل، الكافی، الجليل، المحی، المميت، الباقی، الرافع، المعز، المذل، الحفی، العدل، المحصی، المبدئ، البار، المعيد، الواجد، الماجد، المقسط، المغنی، المانع، الضار، النافع ، الرشيد، الصبور، الصادق، الجميل، البرهان، الشديد، القائم الواقی، المنير، القديم، السامع، التام، العالم، الأبد، الوتر، الناظر، الحنان،

الفاتح، المثیب، المدبر، الفرد، العادل، القابل، السریع، المتفضل، المعین، المنعم، المحسن، الحیی،

فہرست ایسے ناموں کی بھی طویل ہے، آگے ایک جدول میں ہم نے ان کو یکجا کیا ہے، یہاں صرف ان ناموں کو لیا گیا ہے جن کو کسی نہ کسی صورت میں لوگ اسم الٰہی سمجھتے ہیں یا پھر کسی بڑے اور محقق عالم نے ان کو اپنے انتخاب میں لیا ہے، جن ناموں کو بلا سوچے سمجھے اور اٹکل کے بطور لے لیا گیا ہے ان سے ہم نے یہاں بھی صرف نظر کیا ہے۔

ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ ان کو قرآن کریم میں مذکور افعال سے مشتق کر کے درج کر دیا گیا ہے، اور بعض کا تو قرآن وسنت سے اتنا سا تمسک بھی نہیں، گو ان میں سے بعض معنی کے اعتبار سے درست ہیں، جیسے المنعم المحسن الوتر وغیرہ، کچھ ایسے بھی ہیں جن کے معنی اپنی حقیقت کے اعتبار سے صدق پر مبنی ہیں مگر ان میں تحمید کا مادہ نہیں لہٰذا اسمائے حسنیٰ میں ان کا درج کیا جانا درست نہیں، جیسے الضار، الممیت المذل المانع وغیرہ، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ معناً بھی ذات باری کے لئے درست نہیں جیسا کہ الدہر۔

الکفیل

یہ لفظ قرآن کریم میں بطور خبر وارد ہوا ہے، ارشاد باری ہے:

قد جعلتم اللہ علیکم کفیلاً★نحل ۹۱)

یقیناً تم لوگوں نے اللہ کو اپنے اوپر گواہ ونگراں بنالیا ہے

یہاں مخاطب بندے کفیل کے فاعل ہیں اور کفیل مفعولی معنوں میں آیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ترکیب قطعاً اس بات کی متحمل نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا نام بن سکے، اس میں

شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہیں اور ان کی اس صفت کو دوسرے لفظ شہید کے ساتھ قرآن کریم میں کئی جگہوں پر بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ شہید کا حوالہ بالقرآن اس کا خود گواہ ہے لیکن لفظ کفیل بطور اسم الٰہی کے مستعمل نہیں ہوا، لہٰذا ہم نے اس کو بھی اپنی فہرست میں نہیں رکھا۔

الكافی

یہ نام قرآن کریم میں بطور استفہام انکاری آیا ہے، دیکھئے سورۂ فصلت:

أليس الله بكافٍ عبدهٗ (فصلت)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

اس کی ایک ایک قرأت أليس الله بكافی عباده بھی ہے

(الإتقان، بیضاوی)

حالانکہ یقیناً وہ صفتِ اثباتی کے معنی میں ہے، لیکن الفاظ کی انکاری ترکیب اس کے اسم اللہ ہونے میں حارج ہے،

ستار

یہ لفظ یعنی الستار کہاں سے ہمارے معاشرے میں درآیا ہے، اور کب سے اور کیوں عبدالستار نام رکھنے کا رواج ہوا ہے، کوئی خبر نہیں ملتی، قاضی صاحب نے بھی توسع کے باوجود اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، جن روایات میں اسماء الٰہی کی تفصیل دی گئی ہے، ان میں اس لفظ کو کسی نے بھی بطور اسماء الٰہی کے ذکر نہیں کیا ہے عبدالرزاق الرضوانی کہتے ہیں:

وقد اشتهر اسم الله السِتّير علىٰ أنه الستار حتّى تسمى بالاضافة اليه البعض

ولیس یرد فی قرآن أو سنة (الأسماء الحسنیٰ جزء ۱ ص ۲۲)

مشہور یہ ہو گیا ہے کہ اللہ کا نام ''الستیر دراصل الستار ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس کی طرف نسبت کر کے نام بھی (عبدالستار) رکھا ہے لیکن یہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

خود ہم نے اس سلسلے میں تلاش وجستجو کی اور دیکھا کہ کسی حدیث میں بھی یہ اسم ہے یا نہیں، لیکن ہمیں یہ اسم کہیں نہیں ملا، بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ لفظ آیا ہے مگر وہاں بھی یہ بمعنیٰ پردہ آیا ہے، یہ حدیث کتاب المغازی میں باب غزوۃ الطائف میں وارد کی گئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں،

عن أبی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو نازل بالجعرانة بين مكة والمدينة ومعه بلال فأتى النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أعرابیّ فقال ألا تنجز لی ما وعدتنی فقال له ابشر فقال قد أكثرت علی من أبشر فأقبل علی أبی موسی------ فنادت أم سلمة من وراء الستار أن أفضل لأمكما فأفضلا لها------ الخ

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا جب آپ جعرانہ میں پہنچے تو ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا،.. حضرت ام سلمہؓ نے ستار (پردہ) کے پیچھے سے آواز لگائی کہ اپنی ماں کے لئے بھی کچھ پانی بچا دو.. الخ

بزرگوں نے ستار العیوب، غفار الذنوب کے ساتھ اپنے رب کی توصیف وثنا بیان کی ہے، لیکن اس کو اسمائے حسنیٰ میں کسی نے شمار نہیں کیا، اس سلسلے میں آیۃ اللہ البرقعیؒ کی کسر الصنم، اسماعیل حقیؒ کی روح البیان اور تفسیر حقی (سورۃ الانفطار) امام غزالیؒ کی أحیاء علوم الدین، تاج الدین سبکیؒ کی طبقات شافعیہ، علی بن نائف الشحودؒ کی الموسوعه العلمیه کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

شش کلمہ جات جو اکثر مدارس ومکاتب میں بچوں کو یاد کرائے جاتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی ثنا اس لفظ کے ساتھ کی گئی ہے، چنانچہ ذنوب کے لئے غفار اور عیوب کے لئے ستار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، حالانکہ یہ کلمہ جات اپنی اس ترکیب اور الفاظ کے ساتھ سب کے سب احادیث سے ثابت نہیں ہیں لیکن ان کو عقائد میں شامل سمجھا جاتا ہے اور کافی اہمیت کے ساتھ طلبا ان کو یاد کرتے ہیں، انہیں میں پانچویں کلمہ کا نام ''پنجم کلمہ استغفار'' رکھا گیا ہے، اس کے الفاظ یوں بیان کئے جاتے ہیں:

استغفر الله ربی من كل ذنب أذنبته عمداً أو خطأ سرا أو علانية وأتوب إليه من الذنب الذى أعلم ومن الذنب الذى لا أعلم إنک أنت علام الغيوب وستار العيوب وغفار الذنوب ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم★

اس میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت (عیوب پر پردہ ڈالنے والا) کے لئے آیا ہے، لیکن خود یہ کلمہ اپنے ان الفاظ اور ترکیب، نام اور نمبر کے ساتھ کہاں سے ثابت ہے؟ یہی وضاحت ودلیل کا محتاج ہے، پھر یہاں بھی یہ لفظ مطلق نہیں آیا بلکہ اضافت لازمہ کے ساتھ آیا ہے، لازمہ اس لئے کہا کہ پردہ اور پردہ پوشی دونوں الگ الگ کیفیات پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں، غور کریں کہ ستار کعبہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کعبہ پر بطور غلاف استعمال کیا جاتا ہے، وہ پردہ کرنے کی حالت میں ہوگا تب بھی ستار کہلائیگا ،اور صرف لٹک رہا ہوگا تب بھی ستار ہی کہلائیگا، جب کہ پردہ پوشی اس سے بالکل برعکس کیفیت کے معنی پر دلالت کرتی ہے، لہٰذا اگر کوئی بنا کپڑے، یا کسی دوسرے وسیلے کے بھی کسیعیب کو چھپالے تو یہ پردہ پوشی کہلائیگی، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے اظہار

کے لئے قرآن وسنت میں غفار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، ستار نہیں، کیونکہ غفار کو اپنے معنی بتانے اور اپنی عظیم الشان کیفیت کو ظاہر کرنے کے لئے کسی مضاف الیہ کا لاحقہ نہیں چاہئے۔

الستار کا اسمائے حسنیٰ میں داخلہ

اس کو پہلی مرتبہ ابن مندہؒ نے اپنی کتاب ''التوحید'' میں اسم الٰہی کے بطور لیا، انہوں نے اسے کہاں سے لیا؟ پہلے ان کا استدلال ملاحظہ کرلیں اس کے بعد ہم ان کے دوسرے تفردات میں سے بعض کو نمونہ کے بطور یہاں ذکر کریں گے:

۱۔عن سهيل بن أبی صالح عن أبيه عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم أنه قال ((لم يستر الله عبداً فی الدنيا إلا ستره الله فی الآخرة))

(أخرجه مسلم، فی البر و الصلة)

(بحواله كتاب التوحيد لإبن منده ص ۱۲۶، مطبع دار الكتب العلميه بيروت)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی بندے کی پردہ پوشی نہیں کرتا مگر آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

۲۔عن سهيل بن أبی صالح عن أبيه عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: لا يستر الله عبداً فی الدنيا إلا ستره الله يوم القيامة★

(أخرجه مسلم، فی البر و الصلة، و الإمام أحمد فی مسنده، ۱۶۰/۶، ۱۴۵)

(بحواله كتاب التوحيد لإبن منده ص ۱۲۶، مطبع دار الكتب العلميه بيروت)

ان دونوں حدیثوں کے معنی تقریباً ایک ہی ہیں، ان میں واقع جملی یستر اللہ اور سترہ اللہ سے الستار مشتق کیا گیا ہے، اسم فاعل اس کا ساتر آتا ہے، اور اسم مبالغہ استر

آ تا ہے ساتر بھی اسم مبالغہ ہے جسے فعّل کے وزن پر بنایا گیا ہے،اس ساری تقریر سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ستار کو بنانے کے لئے کتنی کسرت کی گئی ہے ،حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی ،غفار میں اس سے کہیں زیادہ فصاحت و بلاغت بھی پائی جاتی ہے اور وہ قرآن وسنت سے ثابت بھی ہے، پھر اس اجتہاد کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے؟

حالانکہ حدیث میں ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام الستار ہے، اسی لئے اس کو کسی محقق نے اسمائے حسنیٰ کے زمرے میں شامل نہیں کیا، ابن مندہؒ کا تفرد ہے، اگر ان کے دوسرے تفردات معقولیت پر مبنی ہوتے تو ایک لمحہ کے لئے یہاں توقف کیا جاسکتا تھا،لیکن ایسا نہیں ہے ،ان کے تفردات کا حال جاننے کے لئے ان کی کتاب التوحید کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، یہاں ہم بطور نمونہ چند اسماء کا تذکرہ کررہے ہیں۔

ابن مندہؒ کے تفردات کا نمونہ، المفضل

المفضل کو اسم اللہ ثابت کرنے کے لئے یہ حدیث لائے ہیں:

عن همام بن منبه علیہ الرحمۃ قال هذا ما حدثنا أبو هريرة: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا نظر أحدكم من فضل عليه في المال والخلق فلينتظر إلى من هو أسفل ممن فضل عليه★أخرجه بخاري في الرقاق، ۱۱/۳۲۲، ح ۶۴۹۰ ،ومسلم في الزهد، ۴/۲۲۷۵ ح۸، والترمذي في اللباس ۴/۲۴۵ ،مسند أحمد ۲/۲۱۴) (كتاب التوحيد لابن منده ص ۱۴۴)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسکو مال وحسن میں تم پر فضیلت دی گئی ہو، تو ایسے کو بھی دیکھو جس پر تم کو فضیلت دی گئی ہے۔

اس میں لفظ **فضل علیه** آیا ہے، بس یہیں سے **المفضل** بنانے کی راہ نکل آئی، حالانکہ یہاں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے، جس سے اس کے معانی میں بے انتہا وسعت پیدا ہوگئی ہے، مجہول کے صیغہ کے ساتھ یہ حدیث اس بیوی کو بھی شامل ہے جس کا شوہر اس کی سوتن کو زیادہ ترجیح دیتا ہو، اس غلام کو بھی مخاطب کررہی ہے جس کا آقا اسے دوسروں پر کسی بھی وجہ سے فضیلت دیتا ہے، اسے عموم سے ہٹا کر خصوص پر لانا مطلق سے مقید کرنا کسی طرح درست نہیں، پھر اس سے نام کیونکر بنایا جاسکتا ہے؟

اگر ناموں کے اشتقاق میں اسی طرح ہاتھ پیر مارنے کی شریعت اجازت دیدے تو حدیث: **إن لله تسعة و تسعین اسما: الح** کے تو کوئی معنیٰ نہیں رہ جاتے۔

المقسط

المقسط، کہاں سے اسمائے حسنیٰ میں شامل کیا گیا ہے؟ اسے بھی دیکھیں:

عن همام بن منبه علیه الرحمۃ قال هذا ما حدثنا أبو هريرة: قال رسول الله صلی اللہ علیه وآله وسلم يمين الله ملأى لا يغيضها سحاء الليل و النهار و بيده الأخرى القسط يرفع و يخفض "وفي حديث أبي موسى 'بيده الميزان' و قيل: القسط★رواه أبوالحوراء وغيره

(أخرجه أبوداؤد في الصلوة، ۲ظ۲۲ ۱/ح۱۴۹۵، والترمذي في الوتر ۱/۳۲۸ ح ۴۶۴، وقال: حسن، و النسائي في الإفتتاح ۳/۲۰۶، باب الؤفتتاح في قيام الليل، وابن ماجه في إقامة الصلوٰة ۱/۳۷۲ح۱۱۷۸، والدارمي في الصلوٰة ۱/۳۷۳، والإمام أحمد في مسنده، ۱/۱۹۹)

(کتاب التوحید ابن مندہ ص ۱۴۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن اس سے بانٹتے رہنا اس میں کمی نہیں لاتا، اور دوسرے ہاتھ میں ''القسط'' ہے، اس کو کبھی بلند کرتا ہے کبھی پست، ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں القسط کے بجائے المیزان ہے، اور القسط بھی کہا گیا ہے۔

المعافی

ابن مندہؒ نے اللہ تعالیٰ کا ایک اسم المعافی بھی لکھا ہے، اس پر دو احادیث مبارکہ استدلالاً لائے ہیں، یہ استدلال بھی دیکھئے:

۱۔عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ بن أبی طالب قال، علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أن أقول إذا فرغت من قرأتی فی الوتر ''اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما أعطیت وقنی شر ما قضیت إنک تقضی ولا یقضیٰ علیک تبارکت وتعالیت لا منجا منک إلا إلیک★

(أخرجه أبوداؤد فی الصلوة، ۲ظ۲ ۶ ۱ ۱/ح۱۴۹۹۵، والترمذی فی الوتر ۱/۳۲۸ ح ۴۶۴، وقال: حسن، والنسائی فی الإفتتاح ۳/۲۰۶، باب الإفتتاح فی قیام اللیل، وابن ماجه فی إقامة الصلوٰة ۱/۳۷۲ح۱۱۷۸، والدارمی فی الصلوٰة ۱/۳۷۳، والإمام أحمد فی مسنده، ۱/۱۹۹)

بحواله کتاب التوحید ابن منده ص ۱۴۶)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا کہ جب میں وتر میں اپنی قرأت سے فارغ ہو جاؤں تو یہ دعا پڑھا کروں، یا اللہ مجھے ہدایت عطا فرما، جس معاملے میں دوسروں کو ہدایت بخشی، اور مجھے عافیت عطا فرما جن امور میں آپ نے (اپنے خاص بندوں کو) عافیت سے نوازا ہے، اور جو آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس

میں برکت کیجئے، اور میرا ناس کرنے والے فیصلوں سے مجھے پناہ میں رکھئے، قدر و قضا آپ کے اختیار میں ہیں نہ کہ آپ قدر کے اختیار میں، آپ کی ذات تو بڑی بابرکت اور بلند ہے، آپ کے سوا آپ سے بچنے کی کوئی راہ نہیں۔

۲۔حدثنا حیوۃ بن شریح، قال: سمعت عبدالملک ابن الحارث، یقول: سمعت أبا ھریرۃ، یقول: سمعت أبا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ،یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ”لم تؤتو شیئاً بعد کلمۃ الإخلاص مثل العافیۃ فسلو اللہ العافیۃ★

(أخرجہ إمام أحمد فی مسندہ ۱/۴)

(کتاب التوحید لإبن مندہ ص ۴۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کہ صدق دل سے کلمہ کے بعد سب سے بڑی دولت عافیت ہے، اللہ سے عافیت مانگو!

ان دونوں حدیثوں میں عافیت کی اہمیت بتلائی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عافیت کا سرچشمہ کوئی اور نہیں بلکہ اللہ کریم ہے، لیکن اللہ کا نام معافی ہے اس کا کوئی ادنیٰ اشارہ بھی حدیث میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے امن مانگا جائے گا تو کیا اس کا نام امین رکھ دیا جائے گا، اگر یوں ہے تو پھر یوں ہے کہ کائنات میں جتنے بھی کام ہوتے ہیں وہ انسانی ہاتھوں سے انجام پذیر ہوتے ہوں یا دوسرے اسباب ان کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں، چونکہ ان سب کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا تمام افعال کا اسم فاعل اللہ کی ذات کے لئے ثابت ہوجائیگا۔

المطعم

المطعم بھی اللہ کا نام بیان کیا ہے، استدلال ان احادیث سے کرتے ہیں:

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل فواصلوا فقیل له فی ذالک فقال: "إنی أبیت یطعمنی ربی ویسقینی★

(أخرجه بخاری فی الصوم ۲۰۵/۴ ح ۱۹۶۵، ومسلم فی الصوم ۷۷۴/۲ ح ۵۷ والدارمی فی الصوم ۸/۲ باب النهی عن الوصال)

(کتاب التوحید لإبن منده ۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال رکھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا، تو آقا نے فرمایا: میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں (میری بات اور ہے) مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

۲۔عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ عنہ أن النبی کان إذا أکل و شرب قال "الحمد لله الذی أطعمنا وسقانا الخ۔★

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا یا پانی تناول فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے، اس ذات کی تعریف جس نے کھلایا اور پلایا۔۔۔۔الخ

یہاں طعام کا ذکر ہے اور اس کا فاعل اللہ تعالیٰ کو بتایا گیا ہے، بس اسی سے مطعم نکال لیا، یہ نہ دیکھا کہ یہاں سقا کا ذکر بھی ہے اور اس کا فاعل بھی اللہ کو ہی کہا گیا ہے، مگر الساقی نام مشتق نہیں کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیمانہ کوئی نہیں، اصول نہیں، روش نہیں، غور وفکر نہیں، بس جس کو چاہا نام شمار کیا، جسکو چاہا ترک کیا۔

غیر محتاط رویہ

یہ اسماء اور ان پر دلائل آپ نے ملاحظہ کر لئے ،اس سے یہ اندازہ لگانا ذرا مشکل نہیں کہ حضرت کا مسلک اسمائے حسنیٰ کے تعلق سے غیر ذمہ دارانہ اور غیر محتاط ہے، ہم اس کو توسع کہہ سکتے تھے، وہ جس پائے کے عالم اور بزرگ ہیں اس کے اعتبار سے توسع کا لفظ ہی مناسب تھا، مگر ہم ایسا کر نہ سکے، کیونکہ یہ انصاف سے بعید بات ہوتی، وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت نے بہتیرے ایسے نام اپنی فہرست میں شامل نہیں کئے جو قرآن کریم میں صریح طور پر مذکور ہیں، مثلاً الحکیم جو قرآن کریم میں ۹۳ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی شان میں آیا ہے، الوارث کو بھی ترک کر دیا یہ بھی قرآنی نام ہے، گو کہ بعض دوسرے ائمہ نے بھی اسے ترک کیا ہے، لیکن ابن مندہ کو اسے ترک کرنا زیب نہیں دیتا جو ہلکے سے ہلکی مناسبت سے اسم کی تخریج کرتے ہیں، یہی نہیں ان کا ایک کمال یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ''البر'' کو انہوں نے ترک کیا جو قرآن میں مذکور ہے، اور ''البار'' (کتاب التوحید لإبن مندہ ص ۱۰۹) کو لیا جو کہیں وارد نہیں، استشہاد میں سورۃ الطور کی آیہ نمبر ۲۸ تحریر کی ہے'' وہوالبر الرحیم'' مگر اس سے ''البر'' پر دلیل نہ پائی بلکہ ''البار'' پر دلیل لائے ، وہ دلیل ملاحظہ کریں:

عن أنس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ إن من عباد اللہ تعالیٰ من لو أقسم علی اللہ لأبره★

(بخاری فی الصلح ۳۰۶/۵ ح ۲۷۰۳، بحوالہ کتاب التوحید ص ۱۰۹)

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالیں تو اللہ اسے سچا کر دیتا ہے۔

اس حدیث سے البار کی تخریج کر رہے ہیں، کیا اس کی کوئی منطقی ضرورت یا معقول وجہ بیان کی جاسکتی ہے کہ لأبرہ سے البار کیوں اور کیسے نکالا گیا ہے؟ اس سے تو البر بھی نکل سکتا تھا نہ؟ پھر البر کے بجائے البار ہی کیوں؟

الستار پر یہ لمبی بحث ہم نے اس لئے کی ہے کہ بہت سے لوگوں کے نام اس سے منسوب رکھے ہوئے ہیں، اس کا اچھا خاصا رواج ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے ، یہ رواج بہت پرانا ہے، اس وجہ سے بہت سے لوگ اس بات کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں کہ اس کو اسمائے حسنیٰ سے خارج قرار دیا جائے۔

کیا عبدالستار نام رکھنا جائز ہے؟

اس اسم کے ساتھ تخلق جائز ہے یا نہیں؟ یہ بھی ایک سوال ہے، ابو محمود عبدالرزاق الرضوانیؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں:

وأنبه علیٰ أن الستار لیس من أسماء الله الحسنیٰ ولم یسم الله نفسه ومن تسمیٰ بعبدالستار فلیغیره إلی عبدالستیر★

(أسماء الله الحسنیٰ محاضره ۳۵ ص ۹۴)

خبردار! ستار اسمائے حسنیٰ میں شامل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خود اپنا یہ نام نہیں رکھا، تو جس کسی کا نام عبدالستار ہوا سے چاہئے کہ اپنا نام بدل کر عبدالستیر رکھ لے۔

ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

عبدالستار:- وهو خطأ وصوابه عبدالستیر لأن الستار لیس من أسماء الله الحسنیٰ۔

(کلمات وأفعال ومعتقدات خاطئة ص ۴۸ د۔ طلعت زهران)

عبدالستار:- یہ بھی غلط نام ہے، اس کا درست عبدالستیر ہے، کیونکہ الستار اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے نہیں ہے۔

چونکہ اسمائے حسنیٰ میں اس کا شمار کہیں نہیں اور یہ لفظ صفاتی طور پر بھی کہیں اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن وحدیث میں استعمال نہیں ہوا، لہٰذا اس کی طرف عبد کی اضافت کر کے نام رکھنا جائز نہیں ہوگا، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس نام کے ساتھ سے عبد کا لفظ ختم کردیں اور اس کو صرف ستار کرلیں، اگرچہ بہت سے ائمہ نے الستیر کو بھی اسمائے حسنیٰ میں شامل نہیں کیا ،لیکن چونکہ صحیح حدیث میں یہ لفظ خبراً ہی سہی مگر اسم فاعل کے صیغہ کے ساتھ وارد ہوا ہے، چنانچہ اس کے ساتھ تخلق کرتے ہوئے عبدالستیر نام کا رکھنا جائز ہوگا۔ واللہ اعلم

الدَّھر

''الدہر'' پر بحث کرتے ہوئے ''الأسماء الحسنیٰ'' کے مصنف ابومحمود عبدالرزاق الرضوانیؒ کہتے ہیں:

هل الدهر من اسماء الله ؟ الدهر ليس من اسماء الله سبحانه وتعالىٰ ومن زعم ذالک فقد أخطأذالک لسببين ،السبب الأول :أن اسمائه سبحانه وتعالىٰ حسنىٰ أى بالغة فى الحسن أكمله ، فلا بد أن تشتمل على وصف ومعنى هو أحسن ما يكون من الأوصاف والمعانى فى دلالة هذه الكلمة ، ولهٰذا لا تجد فى اسماء الله اسماً جامداً والدهر اسم جامد لا يحمل معنى إلا أنه اسم للأوقات ، والسبب الثانى : أن سياق الحديث ےأبى ذالک ،لأنه قال'' أقلب الليل والنهار'' والليل والنهار هما الدهر فكيف يمكن أن يكون المقلب بفتح اللام هو المقلب بكسر اللام؟★(اسماء الله الحسنىٰ ١٢/٦)

کیا ''الدہر'' اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟

نہیں دہر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے، جس نے ایسا گمان کیا (ابن حزمؒ) اس نے غلطی کی، کیونکہ اللہ کے تمام نام حسنیٰ (خوبیوں والے) ہیں ایسی خوبی جو کمال کے اعلیٰ درجہ پر ہو پس لازم ہے کہ وہ توصیف وتحمید کے معنی پر مشتمل ہو، جبکہ اس کلمہ کے اندر ہم ان خوبیوں کو نہیں پاتے ہیں اسی لئے اسمائے حسنیٰ میں کوئی اسم جامد داخل نہیں ہے، اور الدہر اسم جامد ہے اور یہ صرف اوقات پر دلالت کرتا ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ حدیث کا سیاق بھی اس دعوی کی نفی کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے، میں رات اور دن کو الٹتا پلٹتا ہوں، اور رات اور دن خود دہر ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ پھیرنے والا ہی پھرنے والا بھی ہو (یعنی فاعل ومفعول دونوں ایک ہی ہستی ہو)

یہی بات شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ نے کہی ہے:

وبهذا أيضاً علم أن "الدهر" ليس من اسماء الله تعالىٰ، لأنه اسم جامد لا يتضمن معنى يلحقه بالاسماء الحسنىٰ، ولأنه اسم الوقت والزمن قال الله تعالىٰ عن منكر البعث: [وقالوا ماهى إلا حياتنا الدنيا نموت ونحيا وما يهلكنا إلا الدهر (الجاثيه ۲۴)] يريدون مرور الليالى والأيام۔

فأما قوله ﷺ قال الله عز وجل "يؤذينى ابن آدم يسب الدهر وأنا الدهر بيدى الأمر أقلب الليل والنهار فلا يدل علىٰ أن الدهر من اسماء الله تعالىٰ وذالک أن الذين يسبون الدهر إما يريدون الزمان الذى هو محل الحوادث لا يريدون الله

تعالیٰ فیکون معنی قوله و أنا الدهر ما فسره بقوله بیدی الأمر أقلب اللیل و النهار فهو سبحانه خالق الدهر و ما فیه و قد بین أنه یقلب اللیل و النهار و هما الدهر و لا یمکن أن یکون المقلب یعنی بکسر اللام هو المقلب یعنی بفتحها ، و بهذا تبین أنه یمتنع أن یکون الدهر فی هذا الحدیث مراداً به اللّٰہ تعالیٰ★

(القواعد المثلی فی صفاته و اسمائه الحسنیٰ ۱/۱۰ للعثیمین)

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دہر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شامل نہیں ہے کیونکہ اسم جامد ہے اور یہ ان معنوں کو شامل نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو سزا وار ہیں یہ تو وقت اور زمانے کا نام ہے جیسا کہ منکرین بعث کے بارے میں ارشاد ہے: ''وہ کہتے ہیں کہ سوا اس دنیاوی زندگی کے اور کوئی حیات نہیں ہے، مرنا جینا ہمارا یہی ہے اور ہمیں تو زمانہ ہی مارتا ڈالتا ہے، اس سے ان کی مراد رات دن کا پھیر ہے، رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''آدم کا بیٹا مجھے اذیت دیتا ہے کہ وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، زمانہ میں ہوں (کیونکہ) تمام معاملہ میرے ہاتھ میں ہے میں ہی اس میں الٹ پھیر کرتا ہوں'' اس میں الدہر کے اسمائے حسنیٰ میں شامل ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہیکہ بندہ زمانے کو گالی دیتا ہے، تو حالانکہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں ہوتی بلکہ زمانہ ہوتا ہے جو حوادث کا محل ہے، رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ میں زمانہ ہوں تو اس کی تصریح خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ چونکہ میرے ہی ہاتھ میں تمام امور ہیں میں ہی زمانے کو پھیرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ زمانے کا بھی خالق ہے اور اس میں موجود دوسری تمام اشیا کا بھی (تو گویا انسان غیر ارادی اور بالواسطہ طور پر اللہ تعالیٰ کو ہی الزام دیتا ہے کیونکہ زمانہ خود تو نہیں بنا اس کا بنانے والا اور اس میں ردوبدل کرنے والا مولیٰ ہی ہے، اور تخلیق کا نقص دراصل خالق کا ہی نقص کہلاتا ہے) اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہی رات دن کو پھیرتا ہے اور رات دن دونوں دہر ہیں تو یہ تو کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ مقلِّب (فاعل) ہی مقلَّب (مفعول بھی) ہو تو اس طرح خود یہ حدیث اس بات کی نفی کرتی ہے کہ دہر کو اسمائے میں شامل کیا جائے۔

پھر یہ بھی غور کیجئے کہ اس کا متغیر و حادث ہونا معلوم و مسلم ہے، جبکہ اس بات کو تو کسی طرح بھی کوئی جائز نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو حادث یا عارض قرار دیا جائے ،اس کے باوجود بعض لوگوں نے اس کو اسمائے حسنیٰ میں مذکور کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کیجئے:

هل أتىٰ على الإنسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكوراً

انسان پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے جب یہ کچھ قابلِ تذکرہ چیز نہ تھا۔

یہاں یہی لفظ ''دہر'' استعمال کیا گیا ہے ،اس کے معانی اور انداز بیان کو دیکھتے ہوئے کسی طرح بھی یہ لفظ اسمائے حسنیٰ میں داخل معلوم نہیں ہوتا۔

الرشید

یہ لفظ جامع ترمذی اور ابن ماجہ میں اسمائے حسنیٰ کی فہرست میں داخل ہے لیکن اس پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم کی عبارت اس اسم کے اسمائے حسنیٰ میں شامل نہ ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے قرآن کریم میں یہ لفظ وارد ہوا ہے : تلاوت کریں

أليس منكم رجل رشيد (هود ٧٨)

کیا تم میں کوئی نیک آدمی نہیں ہے؟

یہ قول حضرت لوطؑ کا ہے اپنی قوم کے لئے ،دوسری جگہ کفار کا خطاب ہے حضرت شعیب کو، بطور استہزا وانکار کہہ رہے ہیں۔

إنک لأنت الحليم الرشيد (هود ٨٧)

تو تو بڑا دانشمند اور نیک ہے؟

تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فرعون کی رائے کے بارے میں ُفرمایا:

وما أمر فرعون برشيد (هود ۹۷)

فرعون کی رائے درست نہ تھی

سورۂ حجرات میں ہے

أولئک هم الراشدون (حجرات ۷)

یہ لوگ نیکوکار ہیں

ان مقامات میں یہ لفظ خالصتاً انسانوں یا ان کے کارناموں اور کردار کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے، پورے قرآن میں کہیں اس کو اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات کے لئے استعمال نہیں کیا گیا ہے، ہمارے مطالعے کے مطابق کسی حدیث صحیح میں بھی اس کا وجود اسمائے الٰہی کے بطور نہیں، اس کو دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس لفظ کے اندر اسم اللہ بننے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، کیونکہ اس کے اندر پائے جانے والے معنی انفعالی صفات کے حامل ہیں جن کا اطلاق ذات باری کے لئے جائز نہیں۔

الضار

ضرر پہنچانے والا ،نقصان وخسارہ سے دوچار کرنے والا ،قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اہل شرک کو یہ تازیانہ لگایا گیا ہے کہ جن اصنام کی تم لوگ عبادت کیا کرتے ہو وہ نہ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں نہ نقصان دینے کی ،گویا اس عبارت میں یہ بات اپنے آپ شامل ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر قادر ہے، اس مناسبت سے ہی ان ناموں کا انتخاب بعض ائمہ نے اپنی فہرست میں کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں کوئی کلام

نہیں ہے، بے شک نفع ونقصان اس کے اذن کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، یہ خالصتا اسی کی شان ہے، اگر اس اکیلے کو کسی کا نفع منظور نہ ہو تو پوری دنیا مل کر اس کو ایک ذرہ کا نفع نہیں پہنچا سکتی، ایسے ہی نقصان کا معاملہ بھی ہے، اس کے باوجود ان کلمات کو اسمائے الٰہی میں شامل نہیں کیا جا سکتا، اس کے دو اسباب ہیں پہلا تو یہ کہ یہ دونوں نام قرآن وحدیث میں وارد نہیں ہوئے، جبکہ اسمائے الٰہی کا معاملہ توقیفی ہے۔

دوسرے، الضار میں تحمید وتقدیس کا پہلو بھی نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عذاب بھی دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا (إسرا ۱۵)

ہم عذاب نہیں دیتے جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الأرض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ غفورٌ رحیم (آل عمران ۱۲۹)

سب اللہ کی ملکیت ہے جو زمینوں میں ہے اور جو آسمانوں میں ہے، وہ جس کی چاہے مغفرت فرمادے اور جسکو چاہے عذاب دے، اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والے اور بڑی رحمت والے ہیں۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قرآن کریم میں اس طرح کے مضامین کثرت سے آئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں عذاب دینے کا ذکر کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں معذب نام کہیں نازل نہیں ہوا تو کسی کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کو مستدل بنا کر اسمائے حسنیٰ میں (المعذِّب) کا اضافہ کردے۔

ایک صاحب نے (الضار) پر بحث کرتے ہوئے لکھدیا:

''اس الضار نے سب سے پہلے ابلیس کو ضرر پہنچایا کہ اسے راندۂ درگاہ کر دیا، اس نے ابلیس کو بڑے بڑے مرتبے عطا کئے تھے، وہ گھمنڈ اور نافرمانی کرنے لگا تو اس ''النافع'' نے اس کو ضرر پہنچا دیا، اگر وہ اس پر قادر نہ ہوتا تو مختار مطلق نہ ہوتا۔

اس الضار نے دوسرا ضرر آدمؑ کو پہنچایا کہ اس نے بھولے سے نافرمانی کی تو اسے جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا، نافرمان اور مجرم کو سزا دینا قرین عدل ہے ورنہ وہ عادل نہ ٹھہرتا۔ (معاذ اللہ)

(شرح اسماء الحسنی لعبد الصمد الازہری ص ۲۳۸)

استغفر اللہ: انہوں نے جتنی بھی باتیں کیں تمام بے دلیل، بے بنیاد، بے مہار اور اپنی عقل واجتہاد سے کیں، جس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں، جہاں تک اللہ تعالیٰ کی توصیف وثنا کا تعلق ہے، تو ایک تنکا ہاتھ میں لیجئے اور اس کی صنعت میں غور کیجئے سینکڑوں ایسے پہلو اس میں جلوہ گر نظر آ جائیں گے جو اس کے خالق کی عظمت کی دلیل ہونگے، مگر یہ اس لئے ہے کہ دوسرے تمام لوگ اور تمام قوتیں اس کے بنانے سے عاجز ہیں، ان کا عجز بیان کرنے کے لئے تو اس تنکے کی صناعی پیش کرنا درست ہے، یہ کہنا بھی درست ہے کہ تم اور اللہ کے سوا تمہارے مددگار اللہ تعالیٰ کی اس حقیر سی صناعی کا ہی مقابلہ کر دکھاؤ! لیکن جہاں تک اس خالق کائنات کی صناعی کا سلسلہ اور معاملہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہاں تو اس تنکے سے بہت بڑی بڑی چیزیں منصۂ شہود پر موجود ہیں، اس کی صناعی شان کے سامنے اس تنکے کی کیا حیثیت ہے؟ اگر کوئی اس کی صناعی کی عظمت کے اظہار کے لئے اس تنکے کو بطور دلیل لائے تو غلطی پر ہے۔

بے لگام جسارت

افسوس کہ یہ حضرات جب اسمائے حسنیٰ پر بحث کرتے ہیں تو کیوں ان ناموں کی تاویلات کرتے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، ابلیس کو مردود قرار دیا جانا اسکی نافرمانی اور سرکشی کی سزا ہے، کون کہتا ہے کہ سزا دینے کو ضرر اور نقصان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹنا قرآن سے ثابت ہے:

السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاءً بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم★(الأعراف)

چور ہو یا چورنی دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ بدلا ہے انکے کردار کا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے، اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی زبردست اور حکمت والے ہیں۔

کیا چور کی اس سزا کو ضرر سے تعبیر کیا گیا؟ نہیں! بلکہ اسے ان کے کردار کا بدلا قرار دیا گیا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی، قرآن کریم سے ایسی سینکڑوں مثالیں لکھی جا سکتی ہیں، خود دنیا کی کوئی زبان، کوئی قانون اور کوئی تہذیب بھی ایسی نہیں جو سزا یا برے بدلے کو ضرر کا نام دیتی ہو، حضرت آدمؑ کے سلسلے میں اس طرح کی موشگافیاں تو اور زیادہ نازیبا اور گستاخی پر محمول ہیں، سیدنا آدمؑ کی پیدائش جس مقصد کے تحت کی گئی اس کا خلاصہ خود قرآن کریم کے اندر ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

إذقال ربک للملئکة إنی جاعل فی الأرض خلیفة (البقره ٣٠)

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر نائب بنانے والا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمؑ کے مقصد تخلیق میں ہی ان کا جنت سے نکل کر زمین پر آنا اور یہاں ایک مدت گذارنا طے کیا گیا تھا، پھر جو لوگ طعم شجرہ کو آدمؑ کے زمین پر آنے کی

وجہ سمجھتے ہیں انھیں چاہئے کہ اس پر دلیل لائیں، پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں حضرت آدمؑ کو زمین پر آنے کا حکم جو دیا گیا ہے وہ معافی کے بعد دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

فتلقی آدم من ربه کلمٰت فتاب علیه انه هو التواب الرحیم ★ قلنا اهبطوا منها جمیعاً فإما یأتینکم منی هدیً فمن تبع هدایَ فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون★(البقره۳۸،۳۷)

اس کے بعد آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابوالحسن علی (م ۴۵۰ھ) ملقب بہ الماوردی فرماتے ہیں:

ولم یخرج اللہ تعالیٰ آدم من الجنة ویهبطه علی الأرض عقوبة لأمرین أحدهما أن ذنبه کان صغیراً ،والثانی أنه أهبط بعد قبول توبته★(النکت والعیون للماوردی، ۱/۹۳مش)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکال کر زمین پر جو اتارا ہے تو یہ بطور سزا کے نہیں کیا، دو امور اس پر شاہد ہیں، ایک یہ کہ یہ گناہ صغیرہ تھا (کیونکہ کبائر کا ارتکاب نبی سے ہو نہیں سکتا، ورنہ اس کی عصمت باقی نہ رہے گی) دوسرے: یہ کام حضرت کی توبہ قبول ہو جانے کے بعد عمل میں آیا۔

البحر المحیط میں بھی یہی بات کہی گئی ہے:

وأمره بالهبوط إلی الأرض بعد أن تاب علیه★

(البحر المحیط، ۱/۲۰۵،للأبی حیان محمد بن یوسف)

چنانچہ حضرت آدمؑ یا ابلیس لعین کے معاملات کو ضرر سے تعبیر کرنا اللہ تعالیٰ پر بڑی جسارت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

ضرر کیا ہے؟

بہرکیف کسی کو جرم کی سزا دینا ضرر نہیں کہلاتا، ضرر تو یہ ہے کہ فاعل کو اس کے فعل کا پورا بدلا نہ ملے، بلکہ اس میں کمی یا زیادتی کی جائے، یعنی کسی نے کوئی خیر کا کام کیا تو اس کو اجر اس کے کام سے کم دیا جائے تو یہ ضرر اور نقصان کہلائے گا، لیکن اگر اس کے کام سے زیادہ اس کو اجر دے دیا جائے یا بغیر کام کئے ہی اس کو اجر خیر سے نواز دیا جائے تو اس کو انعام و اکرام کہا جائے گا، اس کے برعکس اگر کسی نے کوئی برا کارنامہ انجام دیا ہے تو اس کو اس کے کام کے بموجب سزا دینا عدل و انصاف کہلائیگا، کم بدلا دینا یا بالکل چھوڑ دینا عفو وکرم کہلائے گا۔

ایک حدیث ملاحظہ ہو:

حدثنا سليمان بن حرب حدثنا حماد عن أيوب عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما عن النبى ﷺ قال مثلكم ومثل أهل الكتابين كمثل رجل استأجر أُجراء فقال من يعمل لى من غدوة إلى نصف النهار علىٰ قيراط فعملت اليهود ثم قال من يعمل لى من نصف النهار إلى صلوٰة العصر فعملت النصارىٰ ثم قال من يعمل لى من العصر إلى أن تغيب الشمس على قيراطين فأنتم هم فغضبت اليهود و النصارىٰ فقالوا ما لنا أكثر عملاً و أقل عطاءً قال هل نقصتكم من حقكم قالوا لا قال فذالك فضلى أُوتيه من أشاء★

(بخاری، ج ۱ ص ۳۰۲ باب الإجارة إلى نصف النهار)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اور اہل کتاب کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے اجرت پر مزدور رکھنے تھے، کہنے لگا کہ میرا کام صبح سے دو پہر تک

ایک قیراط کے بدلے کون کرنا چاہتا ہے؟ تو یہود نے خود کو پیش کر دیا اور دو پہر تک کام کیا، پھر اس نے کہا کہ کوئی ہے جو میرا کام دو پہر سے لیکر عصر تک کرے؟ اس کو بھی ایک قیراط ملے گا، تو نصاریٰ آگے آئے اور عصر تک کام کرتے رہے، اس نے کہا اب عصر سے غروب شمس تک دو قیراط میں کون مزدوری کرے گا؟ تو یہ تم ہو، اس بات سے یہود و نصاریٰ خفا ہونے لگے کہ ہماری محنت زیادہ اور مزدوری کم، اس پر اس نے کہا، کیا میں نے تمہاری مزدوری میں کوئی کمی کی؟ کہنے لگے، نہیں تو، اس نے کہا پھر (تم کو کیا پریشانی ہے؟) یہ تو میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کروں۔

یہاں یہود و نصاریٰ کی خفگی اسی غلط فہمی کی بنا پر تھی، انہیں لگا کہ انکے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں ہوا، بلکہ وہ نقصان وضرر کا شکار ہو گئے ہیں، کیونکہ انہیں اپنا کام زیادہ نظر آ رہا تھا جو ایک کھلی اور مسلمہ حقیقت تھی، جب کہ مزدوری ان سے زیادہ تیسرے فریق کو دی جارہی تھی، انہیں اسی کا قلق ہوا، لیکن انہیں اور تمام دنیا کو آ گاہ کر دیا گیا کہ ظلم یہ نہیں ہے کہ کسی کو زیادہ دیا جارہا ہے، کسی کو اس سے کم، بلکہ دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ کسی کو اس کے حق المحنت سے کم تو نہیں دیا گیا، اگر نہیں تو پھر نہ یہ ظلم ہے، نہ نقصان، نہ ضرر، نہ خسارہ۔

رہی وہ آیات مبارکہ جن میں معبودان باطلہ کے سلسلے میں نفع نقصان کا نہ پہنچا سکنا بیان کیا گیا ہے، جیسے:

واتل عليهم نبأ إبراهيم★إذقال لأبيه وقومه ماتعبدون★قالوا نعبد أصناماً فنظل لها عٰكفين★قال هل يسمعونكم إذتدعون★أو ينفعونكم أو يضرون★(شعراء ۷۳، ۶۹)

ان لوگوں کو حضرت ابراہیم کا قصہ سنایئے، جب انہوں نے اپنے والد اور اس کی قوم سے پوچھا کہ تم لوگ کس کو پوجتے ہو؟ کہنے لگے ہم تو مورتیاں پوجتے ہیں اور انہیں کے در پر پڑے رہتے ہیں، ابراہیمؑ نے کہا، بھلا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری فریاد سنتے بھی ہیں؟ یا وہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟

معبودان باطلہ کی ناتوانی

ان آیات میں معبودان باطلہ کا عجز اور ضعف بیان کیا گیا ہے، ان میں یہ بات بیان نہیں کی گئی ہے کہ ان افعال کو اللہ تعالیٰ سرانجام دیتے ہیں، ان آیات سے اگر یہ امر مستفاد بھی ہوتا ہے تب بھی اس افادہ سے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک تخریج کرنا مناسب نہیں، چنانچہ دوسری آیت سے ہم اس امر کو اور زیادہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اصنام کے عجز کو اسکے علاوہ آیات میں دوسرے پیرایوں میں بھی بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

قل هل من شركائكم من يبدء الخلق ثم يعيده قل الله يبدء الخلق ثم يعيده فأنىٰ تؤفكون ★قل هل من شركائكم من يهدى إلى الحق قل الله يهدى للحق أفمن يهدى إلى الحق أحق أن يتّبع أمن لا يهِدّى إلا أن يُهدىٰ فما لكم كيف تحكمون ★ (یونس ۳۵، ۳۴)

ان سے معلوم کیجئے کہ تمہارے مانے ہوئے ان جھوٹے معبودوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو مخلوق کو پیدا کرنے پھر مار کر دوبارہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو؟ ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوسری بار بھی پیدا کرے گا ، پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ تمہارے ان دیوتاؤں میں کوئی ایسا ہے جو راہ حق کی ہدایت کر سکتا ہو؟ کہئے کہ اللہ تعالیٰ راہ حق کی ہدایت دیتا ہے، تو پھر جو صحیح راہ کی ہدایت دے وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ جس کو بنا بتائے اپنے لئے بھی راہ نہ سجھائی دیتی ہو؟ تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟

ان دونوں آیات میں جھوٹے خداؤں کا عجز اور کمزوری بیان کی گئی ہے، پہلی میں وہ نہ صرف یہ کہ تخلیق نہیں کر سکتے بلکہ ان کے بس کا اتنا بھی نہیں کہ ماڈل تیار دیکھ کر بنا دیں یا

مرنے کے بعد بنے بنائے جسم میں کم از کم جان ہی ڈال دیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام امور پر قدرت حاصل ہے۔

دوسری آیت میں راہ حق کی ہدایت کا تذکرہ ہے کہ یہ اصنام جن کی پوجا کی جارہی ہے خود ہدایت کے محتاج ہیں، اپنی راہ آپ تلاش نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس پر چلنے کی استعداد رکھتے ہیں، اس کے برعکس وہ جلیل القدر وعظیم المرتبت ذات ہے جس کی ذرا سی عنایت ہدایات کے چشمے رواں کر دیتی ہے یہ تینوں امور چونکہ مہتم بالشان ہیں تو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے ان افعال کو اپنی جانب منسوب کیا۔

معبودان باطلہ کے عجز کی دوسری مثال بھی دیکھئے:

یٰأیھا الناس ضُرب مثلٌ فاستمعو له إن الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذُباباً وّلو اجْتمعوا له وإن یسلُبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب★(الحج ۷۴)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، غور سے سنو، یہ جو اصنام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بجائے پکارا جاتا ہے، ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے (یہی نہیں بلکہ) اگر مکھی ان کا کچھ اچک لے جائے تو ان میں ہمت نہیں کہ اس سے واپس چھین سکیں، طالب بھی کمزور مطلوب بھی۔

اس آیت میں اصنام کی جس قدرت کی نفی کر کے انکی کمزوری بیان کی گئی ہے، خالق کائنات کے لئے اس کا اثبات کر کے اس کی قوت و طاقت کو بیان نہیں کیا جا سکتا، .....کیوں؟ اس لئے کہ اس میں تحمید وتوصیف نہ ہوگی، حالانکہ یہ طے ہے کہ مکھی کا خالق بھی وہی ہے مگر جب اس کی قوت تخلیق کا بیان کیا جائے گا تو معمولی چیزوں کا نہیں بلکہ اعلیٰ اور عظیم الشان مخلوقات کا ذکر کیا جائے گا، جیسے:

ھو الذی خلق السمٰوٰت و الأرض فی ستة أیام★(حدید ۵)

وہ ذات تو وہ ہے کہ جس نے زمین و آسمان صرف چھ دنوں میں بنا دئے۔

اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمدٍ ترونھا ثم استویٰ علی العرش وسخر الشمس و القمر کل یجری لأجل مسمی یدبر الأمر یفصل الأٰیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون★(رعد ۴)

اللہ تو وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کر دیا جنھیں تم دیکھ سکتے، پھر عرش پر فروکش ہوا، اور شمس وقمر کو بیگار پر لگا دیا کہ ایک مقررہ وقت تک متحرک ہیں، وہ خود ہی تمام امور کا نگراں ہے، اپنی نشانیوں کو کھول کر بیان کرتا ہے کہ شاید تمہارے دل میں اپنے رب کے سامنے حاضری کا یقین بیٹھ جائے۔

وھو الذی مدالأرض وجعل فیھا رواسی و أنھٰراً ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین یغشی الیل النھار إن فی ذالک لأٰیٰتٍ لقومٍ یتفکرون★

اور وہ ذات تو ایسی ہے کہ اس نے زمینوں کو بچھا کر اس میں میخیں ٹھونک دیں، دریا بہا دئے، اور طرح طرح کہ پھلوں کے جوڑے اس میں سے پیدا کئے، اور وہ دن کو رات سے ڈھانک دیتا ہے، دیکھو اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وفی الأرض قطع متجٰوِرٰت وجنت من أعناب وزرعٌ ونخیلٌ صنوان وغیر صنوانٍ یسقی بماءٍ واحدٍ ونفضل بعضھا علیٰ بعضٍ فی الأُکل إن فی ذالک لأٰیٰت لقوم یعقلون★(الرعد ۴، ۲)

اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے، مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی

کو کمتر، ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔(4)

ان تمام آیات میں غور کیجئے، جن چیزوں کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے، اور جن کی تخلیق کو بیان کیا جا رہا ہے وہ کتنی عظیم الشان ہیں، اس بیان سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ جس ہستی نے یہ عظیم الشان کارخانہ تخلیق کیا ہے بھلا مکھی مچھر جیسی حقیر مخلوقات اس کے لئے کس شمار وقطار میں ہیں؟ دوسری طرف اصنام وطاغوت ہیں جن کے لئے ایک مکھی مچھر کا پیدا کرنا بھی ناممکن اور ان کی دسترس سے باہر ہے، معلوم ہوا کہ جب کسی کی عظمت بیان کی جائے گی تو عظیم کارناموں کا ہی ذکر کیا جائے گا، اور جب کسی کی ناتوانی، ضعف اور کم مائیگی کو بیان کرنا ہو تو حقیر چیزوں سے موازنہ کیا جائے گا۔

و الذین اتخذوا من دونہ لا یخلقون شیئاً وھم یُخلقون ولا یملکون لأنفسھم ضراً ولا نفعاً ولا یملکون موتاً ولا حیاۃً ولا نشورا★

لوگ اللہ کے علاوہ جن کے پیچھے لگے ہیں وہ کچھ بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ خود انہیں کو بنایا گیا ہے، نہ یہ کسی کے نقصان یا فائدے پر قدرت رکھتے ہیں، نہ ہی موت یا حیات ان کے ہاتھ میں ہے، نہ حشر ونشر میں کچھ دخل دے سکتے۔

اس موازنہ اور اسکے تفاوت پر غور کیجئے اور پھر دیکھئے کہ نفع ونقصان جیسے کم رتبہ کارناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک بنا کر بیان کرنا کہاں تک درست ہے، بالکل یہی فرق جو تخلیق کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے، یہاں بھی ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہے، جو انسان کو پیدا کر کے ہدایت سے بہرہ ور کرتی ہے دوسری طرف بتان تراشیدہ ہیں جو نفع وضرر جیسے معمولی کام کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

معز و مذل

قرآن کریم میں یہ دونوں نام مذکور نہیں، البتہ دونوں صفات قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی گئی ہیں ارشاد باری ہے:

قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر إنک علیٰ کل شيءٍ قدیر★
(آل عمران آیة ۲٦)

یوں کہا کرو! یا اللہ آپ ہی ملک کے مالک ہیں، جسے آپ چاہتے ہیں اسے ملک عطا فرما دیتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں ملک چھین لیتے ہیں، جس کے لئے مرضی ہوتی ہے اسے عزت سے نواز دیتے ہیں، اور جس کو چاہے ذلیل کر دیتے ہیں، خیر آپ کے ہاتھ میں ہے، اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں غور کیجئے، اس میں چار امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب کی گئی ہے، (۱) ملک دینا (چنانچہ وہ مؤتی ہوا) (۲) ملک چھیننا (اس کی نسبت سے منزع قرار پایا) (۳) عزت عطا کرنا (لہٰذا وہ معز ہے) (۴) ذلت میں مبتلا کرنا (اس صفت کے بموجب مذل بھی وہی ہے)

لیکن ان میں سے کسی بھی صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسم قرآن و حدیث میں وارد نہیں ہوا، اب اگر اسماء الٰہی میں معز و مذل کو داخل کرنا درست ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ مؤتی اور منزع اسمائے حسنیٰ میں شامل نہ ہوں۔

یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ چاروں امور کے بیان کرنے کے بعد بیدک الخیر فرمایا، بیدک الخیر و الشر نہیں فرمایا، بلکہ دوسرے امور کی جانب علیٰ کل

شیئٍ قدیر کہہ کے لطیف اشارہ فرمادیا، جواس بات پر واضح دلیل ہے کہ جن الفاظ کو بطور تحمید کے استعمال نہ کیا جاتا ہو، ان کو ذات باری کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا، بھلے ہی وہ اس سے ثابت بھی کیوں نہ ہوں۔

آیئے اس کی ایک اور مثال قرآن کریم سے ہی لیتے ہیں، ارشاد باری ہے:

وما جعلنا أصحاب النار إلا ملٰئكة وماجعلنا عدتهم إلا فتنة للذين كفروا ليستيقن الذين أوتوا الكتٰب ويزداد الذين أٰمنوا إيماناً ولا يرتاب الذين أوتوا الكتٰب والمؤمنون وليقول الذين فى قلوبهم مرض والكٰفرون ماذآ أراد الله بهذا مثلاً كذالک يضل الله من يشاء ويهدى من يشاء وما يعلم جنود ربک إلا هو وما هى إلا ذكرىٰ للبشر (المدثر ۳۱)

ہم نے جہنم کے کارکن (آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے ان کی تعداد (ذکرو حکایت میں) صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو تو اس لئے تا کہ اہلِ کتاب (سننے کے ساتھ) یقین کرلیں اور ایمان والوں کا ایمان مزید بڑھ جائے اور اہل کتاب و مؤمنین شک نہ کریں اور اس لئے بھی تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے (منافق) اور کفار کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے؟ (جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس خاص باب میں کافروں کو گمراہ کیا) اس طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (اور یہ انیس فرشتوں کی تعداد کا تقرر حکمت پر مبنی ہے ورنہ) آپ کے رب کے لشکروں کی تعداد کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور یہ سب بیان انسان کی نصیحت کے واسطے ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر ضلالت و گمراہی کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے، لیکن **المضل** اسمائے حسنیٰ کی فہرست میں کہیں شامل نہیں جبکہ **الهادى**

کو متعدد جگہوں پر قرآن میں ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے الہادی کے حوالے میں ذکر کیا ہے، اب اگر کوئی الہادی کی ضد کا اسمائے حسنیٰ میں موجود ہونا لازم خیال کر کے المضل کو اس میں شامل کرے تو بھی غلطی کرے گا، اور اگر اس فعل کو قرآن سے ثابت ہونے کی بنا پر اس کے اسم فاعل سے مولیٰ کو پکارے گا تو بھی نازیبا و ناجائز حرکت کا شکار ہو گا۔

اب تک جو انتخابات سامنے آئے ہیں ان میں صحیح کے اقرب ترین ابو محمود عبد الرزاق الرضوانیؒ ، عبد اللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن ، کے منتخب کردہ اسماء ہیں ، عبداللہ الغصن نے اسمائے حسنیٰ کے موضوع پر ایک بہت وقیع و مدلل و مفصل کتاب تالیف فرمائی ہے، اور سچ یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ، انھوں نے ہر ہر پہلو سے اسمائے حسنیٰ پر بحث کی ہے۔

ہمیں ان کے اختیار کردہ اسماء میں چند اسماء سے اختلاف ہے، جو انھوں نے حدیث شریف کے خبر یہ جملوں سے اخذ کئے ہیں ،ان کے انتخاب میں ۹۸ اسماء ہیں لیکن در حقیقت یہ ایک سو چار ہیں، کیونکہ انھوں نے اسمائے مقترنہ پر الگ نمبر نہیں ڈالا بلکہ انہیں ایک ہی نام شمار کیا ہے ،انھوں نے **المقدم المؤخر** کو ایک نام مانا ہے اور **الظاهر الباطن** کو بھی ،اسی طرح **القابض الباسط** اور **الأول ، الأٰخر** کو بھی ایک ہی گنا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ انھوں نے ان اسماء کو جن معانی میں مقترنہ جانا ہے وہ درست نہیں ہے۔

اسمائے مقترنہ پر ایک نظر

اسمائے مقترنہ وہ اسماء کہلاتے ہیں جو صفات ضدین کے حامل ہیں جیسے الظاہر الباطن، میں ظاہر اور باطن دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اسمائے ثابتہ میں یہ آٹھ اسماء

ہیں جن کو عبداللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن نے چار شمار کیا ہے، اس سلسلے میں الغصن بیان کرتے ہیں:

الأسماء المقترنة، التی لا یصح فیها إطلاق اسم منها دون الآخر مثل اسمی (القابض الباسط) واسمی المقدم، المؤخر)، فهذه الأسماء تعد اسمین، لأن کل اسم منها یحمل معنی غیر الآخر، لکنها تکون کالاسم الواحد فی المعنی فلا یصح إفراد اسم عن الآخر فی الذکر، لأن الاسمین إذا ذکرا معاً دل ذالک علیٰ عموم قدرته وتدبیره، وإنه لا رب غیره وإذا ذکر أحدهما لم یکن فیه هذا المدح، والله له الاسماء الحسنیٰ لیس له مثل السوء قط★

(نقض تأسیس الجهمیة لشیخ الإسلام ابن تیمیه ۲/۱۱، ۱۰، وإیثار الحق علی الخلق لإبن الوزیر ص ۱۷۴، مرجع اسماء الله الحسنیٰ، للغصن ص ۱۳۴)

اسمائے مقترنہ کے متعلق بات یہ ہے کہ ان کا اطلاق بنا اقتران دیگر درست نہیں ہے، جیسے (القابض، الباسط) اور (المقدم، المؤخر) ان کو صرف دونام گنا جائے گا، حالانکہ ان میں کا ہر ایک اسم معنی کے اعتبار سے دوسرے کی ضد پر محمول ہے، لیکن یہ اپنی مراد کی رو سے اسم واحد کی طرح ہی ہونگے، اور ان کا تنہا تنہا ذکر درست نہ ہوگا، کیونکہ جب یہ اسماء ملا کر بولے جائیں گے تو یہ باری تعالیٰ کی قدرت وتدبیر پر اور اس پر بھی کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں، عمومی دلالت کریں گے، لیکن جب یہ الگ الگ ذکر کئے جائیں گے تو ان میں یہ مدح باقی نہ رہے گی، جبکہ اللہ کے تمام اسماء حسین ہیں، ان میں برائی کا کوئی گذر نہیں ہے۔

اس عبارت میں یہ بات تو درست کہی گئی ہے کہ یہ الفاظ اقتران کی صورت میں عمومی دلالت کے حامل ہونگے، اور ان میں ہمہ گیری کا پہلو پایا جائے گا، لیکن موقع ومحل کے اعتبار سے اقتران کا فیصلہ کیا جائے گا نہ کہ مطلق، یہ بات بھی درست نہیں کہ ان کا اطلاق

بنا اقتران درست نہیں ہے، اگر اس بات کو درست تسلیم کرلیا جائے تو ان ناموں سے تخلق بھی اسی طرح کیا جائے گا کہ دونوں مقترن کر کے بولے جائیں، مثلاً عبدالباسط نام غلط ہوگا، بلکہ عبدالقابض الباسط نام رکھا جاسکے گا، آیئے اس مقدمہ کو قرآن وسنت کے دربار میں لئے چلتے ہیں تاکہ صحیح اور نا قابل انکار فیصلہ ہوسکے، مذکورہ آٹھ اسماء میں سے چار قرآن کریم میں موجود ہیں، سورۃ الحدید آیت نمبر ۳ کھولیں:

هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم★

وہ اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر ایک چیز کا مکمل علم رکھتا ہے

یہ چاروں اسماء ایک ہی آیت میں ہیں ''ہو'' کو داخل کرنے کے بعد اگلے تین اسماء کو ''وٗ'' کے ذریعہ مفصل کر دیا گیا ہے، جو اس بات پر شاہد عدل ہے کہ یہ چاروں اسماء اپنے آپ میں مکمل ہیں، الگ الگ ہیں، مفصل ہیں، اور ہر ایک اپنے معنی میں پوری گیرائی، ہمہ گیری اور احاطے کی شان رکھتا ہے، اور انکے حسن میں کوئی کمی نہیں ہے، وگرنہ عبارت یوں ہوتی: **هو الأول الآخر والظاهر الباطن وهو بكل شيء عليم★** لہٰذا قرآن کا فیصلہ ہمارے سامنے آ گیا کہ یہ صفات اور اسماء الگ الگ اور مستقل بالذات ہیں، اور وہ اول ہے، اس طور پر کہ اسکی اولیت میں کوئی سیندھ نہیں لگائی جاسکتی، وہ آخر ہے، اور یہ صفت بھی ایسی مکمل ہے کہ ''**ليس بعدك شيئ**'' کے علاوہ کوئی تعبیر نہیں کی جاسکتی۔

قرآن کے اس مطالعہ کے بعد آیئے در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دیتے ہیں:

۱۔عن طاؤس سمع ابن عباس رضي الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم إذا قام من الليل يتهجد قال اللهم لك الحمد أنت قيم السموٰت والأرض ومن فيهن ولك الحمد لك ملك السموٰت والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت نور

السمٰوت والأرض ومن فيهن ولک الحمد أنت مَلِکُ السمٰوت والأرض ولک الحمد أنت الحق ووعدک الحق ولقاؤک حق وقولک حق والجنة حق والنار حق والنبيون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق والساعة حق اللهم لک أسلمت وبک آمنت وعليک توکلت وإليک أنبت وبک خاصمت وإليک حاکمت فاغفرلی ما قدّمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت أنت المقدِّم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت أو لا إله غيرک★(بخاری ۲۷۸/۴ م ش)

حضرت طاؤس ؒ حضرت ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تھے تو یہ دعاء کیا کرتے تھے، اے اللہ آپ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں آپ ہی زمینوں وآسمانوں اوران میں موجود تمام اشیاء کوقائم رکھنے والے ہیں، تمام خوبیاں آپ ہی کے لئے ہیں، زمین وآسمان میں بادشاہی آپ ہی کی ہے، تمام تعریفیں آپ کیلئے ہیں، آپ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہیں، آپ زمین وآسمان کے بادشاہ ہیں، تمام خوبیاں آپ کیلئے ہیں، آپ کی ذات حق ہے، آپ کا وعدہ اٹل ہے، آپ کے سامنے حاضری یقینی ہے ، آپ کا قول سچا ہے، جنت اور جہنم یقینا موجود ہیں، تمام انبیاء سچے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہیں، قیامت حق ہے، اے اللہ میں آپ ہی کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہوں، آپ پر ایمان لاتا ہوں، آپ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، آپ ہی کی جانب متوجہ ہوتا ہوں، آپ ہی کی مدد سے دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہوں اور آپ ہی کو حاکم بناتا ہوں، پس میری اگلی پچھلی خطا معاف فرما دیجئے، وہ بھی جو میں نے کھل کر کی اور وہ بھی جو میں نے چھپ کر کی، سب سے پہلے بھی آپ ہیں اور سب کے بعد بھی آپ ہیں، آپ اکیلے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو: حدثنا عفان حدثنا وهيب حدثنا سهيل عن أبيه عن أبی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنه يقول إذا آوى إلى فراشه اللهم رب

السمٰوٰت السبع ورب الأرض ورب كل شيء فالق الحب والنوى ومنزل التورة والإنجيل والقرآن أعوذبك من شر كل ذي شر أنت آخذ بناصيته أنت الأول فليس قبلك شيء وأنت الآخر فليس بعدك شيء وأنت الظاهر فليس فوقك شيء وأنت الباطن فليس دونك شيء اقض عنى الدَّين وأغنني من الفقر ★صححه ألباني علیہ الرحمۃ (مسند احمد وللفظ له باب مسند إبي هريرة ۱۴۵/۱۸ ح ۸۶۰۳، مسند الصحابه في الكتب التسع ۳۴۳/۵، صحيح مسلم باب ما يقول عند النوم ۸/۷۸ ح ۷۰۶۴، الأدب المفرد باب ما يقول إذا آوى إلى فراشه ص ۴۱۶)

سہیل اپنے والد (ابو صالح) سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے، یا اللہ ساتوں آسمانوں اورزمین کے رب، اور تمام اشیا کے رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے تورات، انجیل اور قرآن کریم کو نازل کرنے والے، میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر شرّی کے شر سے اس کی پیشانی آپ کی مٹھی میں ہے، آپ اول ہیں کہ آپ سے پہلے کوئی نہیں، اور آپ ہی آخر ہیں کہ آپ کے بعد کچھ نہیں، آپ ظاہر ہیں کہ آپ سے اوپر کوئی شے نہیں، اور آپ باطن ہیں کہ آپ سے ورے کچھ نہیں، میرا قرض ادا فرمادے اور مجھے فقر سے بے نیاز کردے۔

ان دونوں حدیثوں پر غور کیجئے اگر یہ اسمائے مقترنہ ایک ایک نام کی طرح ہوتے تو "أنت الأول الآخر لا قبلك شيء ولا بعدك شيء وأنت الظاهر الباطن لا فوقك شيء ولا دونك شيء" ہوتا، لیکن یہاں ان اسما کو الگ لگ بیان کیا گیا ہے ،أنت الأول کی تفسیر کو الگ بیان کیا گیا ہے اور وہ ليس قبلك شيئٌ ہے، اسی طرح أنت الآخر کی صفت کا کمال ليس بعدك شيئٌ جدا ارشاد فرمایا۔

جو اس قرینے پر دلیل ہے کہ یہ اسما الگ الگ اپنے حسن وکمال کے حامل ہیں اور ان کا اقتران اس معنی میں نہیں ہے کہ یہ ایک دوسرے کو مستلزم ہوں بلکہ ان کا اقتران اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی عظیم الشان اور نا قابل احاطہ ہے کہ ایک ہی وقت میں وہ اول بھی ہے آخر بھی، ظاہر بھی ہے باطن بھی، مقدم بھی ہے مؤخر بھی قابض بھی باسط بھی، جبکہ کسی مخلوق میں یہ طاقت واستطاعت نہیں، مخلوق میں اگر کوئی اول ہو تو آخر نہیں ہوسکتا، جیسے حضرت آدمؑ اشرف المخلوقات کے اول ہیں تو وہ صرف اول ہیں آخر نہیں ہیں۔

اول وآخر

اللہ تعالیٰ اول ہے اور اس کی یہ شان اولیت ایسی ہے کہ اس میں نہ کوئی نقص ہے اور نہ کسی زیادتی کی گنجائش، اگر ہم یہ تسلیم نہ کریں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس کی شان اولیت اس وقت تک ناقص یا نعوذ باللہ قبیح ہے جب تک شان آخریت اس میں شامل ومقترن نہ ہوجائے، جبکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک صفت اپنی جگہ بالکل مکمل ہے، اسے کسی اقتران کی ضرورت نہیں، وہ مقدم ہے اور اس کی یہ شان ایسی مکمل ہے کہ جب وہ کسی کو آگے بڑھاتا ہے تو اس کی کوئی صفت اسے مجبور نہیں کرتی کہ وہ کسی درجۂ اعتدال پر جارُکے، بلکہ وہ جہاں تک چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے بڑھاتا چلا جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ وہ جسے جتنا آگے بڑھا رہا ہے تو اس کا یہ فیصلہ بالکل عدل وانصاف کے مطابق ہے، اس لئے اس میں کسی قباحت کے شائبہ کا کوئی سوال نہیں ہے، اسی طرح جب وہ کسی پر شان تاُخر کا اظہار کرتا ہے تو اس کی شان تقدم اس کے آڑے نہیں آتی، اور اس کا یہ فیصلہ بھی حق پر مبنی ہے، لہٰذا ایسا نہیں کہ اس صفت میں

اقتران کے بعد ہی تکمیل ہوتی ہو، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس میں آقاء کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد:

عدل فی قضاؤک، الح (مسند احمد ۸/۶۳)

سے یہ صراحت مستفاد ہوتی ہے کہ آپ کی جانب سے تقدم یا تأخر کا فیصلہ عدل پر مبنی ہے، تمام صفات مقترنہ کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

اگر کہا جائے کہ ہم نے ان صفات کو الگ الگ مانا ہی نہیں ہے بلکہ اول وآخر وغیرہ تمام اسمائے مقترنہ کو ایک ایک صفت شمار کیا ہے تو یہ اجتماع ضدین ہے جو قطعی ناممکن ومحال ہے، لامحالہ ان صفات کو الگ الگ اسم شمار کرنا ہوگا جب ہی یہ اسماء اپنے کمال اور حسن میں مکمل کہلائیں گے، البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کو اسمائے مقترنہ کے ساتھ جہاں بھی پکارا گیا ہے تو مقترن کر کے ہی بولا گیا ہے، چنانچہ جب کوئی ان ناموں سے اپنے رب کو پکارے تو اس کی پیروی کرے اور دونوں اسما کے ساتھ پکارے، لیکن جب ان کا شمار کرے تو ان پر شمار نمبر الگ لگائے، ان کے اقتران کا یہی تقاضہ ہے اور یہی بات زیادہ قرین عدل اور قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ واللہ اعلم

جدول اسمائے حسنیٰ

نیچے ہم ایک جدول پیش کر رہے ہیں جو اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کس عالم نے کس اسم کو اسمائے حسنیٰ میں شمار کیا ہے اور کس کس نے اسے ترک کیا ہے، اور مؤلف کتاب نے کن اسماء کو ترجیح دی ہے، اس میں یہ بھی ب آسانی معلوم ہو جائے گا کہ کس کس امام کے نزدیک اسمائے حسنیٰ کی تعداد کیا ہے۔

ہم نے اپنے انتخاب میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام ''اللہ'' کو الگ وحدہ مانا ہے، اور دوسرے ۹۹ اسمائے حسنیٰ کو الگ اکائی تسلیم کیا ہے، اس لئے اسمائے حسنیٰ کا شمار ہماری فہرست میں ۹۹ جمع ایک ہے، ہم نے کوشش کی ہے کہ کوئی نام رہ نہ جائے، وہ ثابتہ ہو یا غیر ثابتہ، لیکن جس نام کو بھی کسی نے اختیار کیا ہے اسے لینے کی پوری کوشش کی گئی ہے، البتہ ایسے اسما جن کو کسی نے بھی نہیں لیا ہم نے ترک کر دیئے ہیں، یہ جدول عبداللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن کی تصنیف ''اسماء اللہ الحسنیٰ''، مطبوعہ دارالوطن ریاض طبع اول ۱۴۱۷ھ اور ''اسماء الحسنیٰ و یکی پیڈیا الموسوعہ الحرۃ'' کی مدد سے بنائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ہم نے اس جدول کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، صحیح (✓) کے نشان کا مطلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا امام نے اسے اختیار کیا ہے، جبکہ کاٹے کا نشان (✗) اس بات کا اشارہ ہے کہ مذکورہ امام نے اس نام کو ترک کیا ہے، فہرست میں ان علماء کے مختصر نام دیئے گئے ہیں، ان کا پورا نام اور مختصر تعارف کتاب صفحہ نمبر ۴۹ اور پچاس پر دیکھا جا سکتا ہے۔

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	ابن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
البادئ	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
البار	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
البارئ	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الباسط	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓
الباطن	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الباعث	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الباقی	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
البالی	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
البدیع	✓	✗	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
البر	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
البرهان	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
البصیر	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
التام	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
التواب	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الجامع	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الجبار	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الجليل	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الجميل	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗
الجواد	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗
الحاسب	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓
الحافظ	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✓
الحاكم	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الحسيب	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الحفى	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الحفيظ	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الحق	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الحكم	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الحكيم	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الحليم	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الحميد	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الحنان	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الحى	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الحیی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗
الخافض	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الخالق	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الخبیر	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الخلاق	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الدافع	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الدائم	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الدہر	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الدیان	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓
الذارئ	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الرازق	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓
الراشد	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الرافع	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الرب	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الرحمن	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الرحیم	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الرزاق	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الرشید	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الرضا	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الرفیع	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الرفیق	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✗
الرقیب	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الرؤف	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الزارع	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
السامع	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
السبوح	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✓
الستار	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
السخط	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
السریع	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
السلام	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
السمیع	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
السید	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	االاشبیلی	مؤلف
الشافی	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الشاکر	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الشاهد	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الشدید	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الشکور	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الشهید	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الصاحب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الصادق	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الصانع	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الصبور	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الصمد	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الضار	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الطالب	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الطبیب	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗
الطهر	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الطیب	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الظاهر	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
العالم	✗	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✗	✓	✓
العدل	✓	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
العزيز	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
العظيم	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
العفو	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
العلام	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓
العلى	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
العليم	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الغافر	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الغفار	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الغفور	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الغنى	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الغياث	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الغيور	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الفاتح	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الفاتن	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الفاطر	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الفاعل	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الفتاح	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الفرد	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الفضل	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القابض	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓
القادر	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القاضی	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
القائم	✗	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
القاہر	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القدوس	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القدیر	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القدیم	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
القریب	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القوی	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	االاشبیلی	مؤلف
القهار	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
القيام	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
القيم	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
القيوم	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الكاتب	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الكاشف	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الكافی	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✗
الكائن	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الكبير	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الكريم	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الكفيل	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗
اللطيف	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الماجد	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
المالک	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✓
المانع	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
المبتلی	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
المبدئ	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المبرم	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المبغض	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المبلی	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المبین	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المتعال	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المتکبر	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المتین	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
المجیب	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المجید	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المحب	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المحسان	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المحسن	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗
المحصی	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المحی	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المحیط	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
المدبر	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المذکور	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المذل	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المرسل	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المرید	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المستعان	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓
المستمع	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المسعر	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓
المصور	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المطعم	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المعافی	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المعبود	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المعز	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المعطی	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✓
المعید	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المعین	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	االاشبیلی	مؤلف
المغنی	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المغیث	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المفرج	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المفضل	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المقتدر	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المقدر	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المقدم	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
المقسط	✓	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
المقیت	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الملک	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الملیک	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الممتحن	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الممیت	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المنان	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المنتقم	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المنذر	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المنزل	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
المنشی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المنعم	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المنیر	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الموسع	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
المولی	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
المهيمن	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
المؤخر	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
المؤمن	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الناصر	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
النافع	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
النذیر	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
النصیر	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
النور	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓
الواجد	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
الواحد	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الوارث	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✓

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الواسع	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الوافی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الواقی	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الوالِیُ	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الوتر	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✗	✗
الودود	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الوفی	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الوکیل	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الولی	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الوهاب	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الهادی	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الآخر	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الأبد	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأحد	✗	✓	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الأحکم	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأعز	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
الأعظم	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأعلم	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأعلى	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الأقرب	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأقوى	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأكبر	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الأكرم	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✗	✓
الأول	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
الإله	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓

یہاں تک ایک لفظی اسماء کی فہرست تھی ،آئندہ صفحات میں مرکبات کی فہرست آرہی ہے،اس کو بھی حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
البالغ أمره	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الحروف المقطعة	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الغالب علىٰ أمره	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗
الفعال لمايريد	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الواقي الواق	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
الوالي الوال	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓
جاعل الليل سكناً	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
خير الراحمين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
خير الرازقين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
خير الغافرين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
خير لفاصلين	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
خير الماكرين	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
خير الناصرين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗
خير الفاتحين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
خير المنزلين	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
خير الوارثين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
خير الحافظين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
خير الحاكمين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗
ذو الجبروت والملكوت	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
ذو الجلال والإكرام	✓	✗	✓	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
ذو الرحمة الواسعة	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
ذو الطول والإحسان	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
ذو العرش المجيد	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	االاشبیلی	مؤلف
ذوالفضل العظیم	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
ذوالقوة	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
ذوالمعارج	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗
ذوالإنتقام	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
رفیع الدرجات	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
سریع الحساب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
شدیدالمحال	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
عالم الغیب والشهادة	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
عدوالکافرین	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
علام الغیوب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗
غافرالذنب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗
فارج الهم	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
فاطرالسموات والارض	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	االاشبیلی	مؤلف
فالق الحب والنوی	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
فالق الإصباح	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
قابل التوب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
کاشف الضر	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
کاشف الکرب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
مالک الملک	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗
متم نوره	✗	✗	✗	✗	✗	✗		✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
مخرج الحی من المیت	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
مخرج المیت من الحی	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
مخزی الکافرین	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
مقلب القلوب	✗	✗	✗	✓	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
منزل الکتاب	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
نعم القادر	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	الاشبیلی	مؤلف
نعم القاهر	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
نعم الماهد	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
نعم المولى	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
نورالسموات والارض	✗	✗	✗	✗	✗		✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗		✗	✗	✗
واسع المغفره	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
ولى المؤمنين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
أحسن الخالقين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
أحكم الحاكمين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
أرحم الراحمين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗

اسماء	ولیدؒ	صنعانیؒ	ابن الحصینؒ	ابن مندہؒ	ابن حزمؒ	ابن عربیؒ	ابن وزیرؒ	ابن حجرؒ	بیہقیؒ	ابن عثیمینؒ	رضوانی	الغصن	بن ناصر	ابن وہف	عباد	االاشبیلی	مؤلف
أسرع الحاسبين	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
أهل التقوى	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
أهل المغفره	✗	✗	✗	✗	✗	✓	✓	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗	✗
۲۷۷	۹۹	۹۹ ۱+	۹۹	۱۴۸	۸۴	۱۰۴	۱۶۷	۹۹	۱۵۴	۹۹	۹۹	۹۸	۱۰۵	۹۴	۹۷	۹۵	۹۹ ۱+

اسمائے حسنیٰ سے تخلق

اسمائے حسنیٰ سے تخلق یعنی عبد کی اضافت کر کے نام رکھنا محبوب ومندوب ہے، اس سلسلے میں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض نام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی استعمال فرمائے ہیں اور اپنے بندوں کے لئے بھی، مثلاً:

شهيد ،(لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ [الحج : 78]شكور (وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ [سبأ : 13]رؤف ، رحيم (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ [التوبة : 128] حليم (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ [التوبة:114]

ایسے اور بھی نام ہیں تو ایسے ناموں کو عبد کی اضافت کے ساتھ بھی رکھا جا سکتا ہے اور بنا بنا عبد لگائے بھی ، جبکہ بعض نام ایسے ہیں جو ذات باری کے علاوہ کسی کے لئے بھی استعمال نہیں کئے گئے جیسے ،اللہ، رحمن ، قیوم احد صمد وغیرہ ، ان کو عبد کی اضافت کے بنا رکھنا درست نہیں اور ایسے ہی بنا عبد لگائے بولنا بھی جائز نہیں۔

اسمائے حسنیٰ کو یاد کرنے کی آسان ترکیب

اسمائے حسنیٰ کو اگر ہم الگ الگ لفظ کی صورت میں یاد کرتے ہیں تو یاد کرنا اور پھر ان کو یاد رکھنا ایک مشکل کام ہے،سورۂ حشر کی آیات ۲۲، ۲۳، ۲۴ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اگر ان اسماء کو مجموعات کی شکل میں ترتیب دے دیا جائے تو ان کا یاد کرنا بھی سہل ہو جاتا ہے اور یاد رکھنا بھی ، راقم سطور نے اس کا تجربہ کیا اور الحمد للہ اس تجربہ کو کامیاب پایا ، چنانچہ دار العلوم منہاج الدعوۃ الھیڑی کے اکثر بچوں کو اسمائے حسنیٰ بالاستیعاب یاد ہیں ، مجموعات کی شکل میں ترتیب بھی ہم نے یاد کرنے والوں کی آسانی کے لئے دیدی ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُو الرَّحْمٰن الرَّحِیْمُ ★الْمَلِکُ الْقُدُّوس السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ ★ الْمُهَیْمِن الْعَزِیْزُ اَلْجَبَّار الْمُتَکَبِّرُ★ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ★ الْاَوَّل اَلْآخِرُ الظَّاهِر الْبَاطِنُ★ الْهَادِیُ الْبَصِیْر اللَّطِیْف الْخَبِیْرُ ★ الْحَقُّ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ ★ النَّصِیْر الْعَفُو الْقَدِیْرُ الْمَوْلیٰ★الرَّبُّ الرازق الْاَعْلیٰ★ الْاِلٰهُ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ★ الْبَرُّ الرَّؤُف الرَّزَّاق، الْمَنَّان★ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْقَاهِرُ الدیان★الوَالِیُ الْعَالِمُ الْمُسَعِّرُ الْمُسْتَعَانُ★ السَّمِیْعُ الْقَرِیْب الْمُجِیْبُ ★ الْمُعْطِیُ الْمُقِیْتُ الرَّقِیْبُ ★الْغَالِبُ الشَّاکِرُ الْوَارِثُ الحَسِیْبُ★السُّبُّوحُ الْوَاحِدُ الْقَهَّار★الْقَادِرُ الْوَهَّابُ الْغَفَّارُ★الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْعَلِی ا لْعَظِیْمُ★اَلنُّوْرُ التَّوَّابُ الْغَنِیُّ الْحَلِیْمُ★ الْمَجِیْد

الشَّهِيدُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ ★ الْحَاسِبُ الشَّافِي الْمَلِيكُ الْمُقْتَدِرُ ★ الْحَفِيظُ الْفَتَّاح الْخَلَّاق الْمُبِينُ ★ الشَّكُورُ الْوَاسِعُ الْعَلِيمُ ★ الْحَافِظُ الْأَحَدُ الصَّمَد ★ الْغَفُورُ الْوَدُوْدُ الْوَلِي الْحَمِيْدُ ★ الْوَكِيْل الْمالک الْأَكْرَمُ ★ الْحَكِيمُ الْحَكَمُ الْمُحِيطُ الْكَرِيمُ ★

عفانا اللہ

قرآن وحدیث کے اس ناقص مطالعہ کی بنا پر راقم سطور کے نزدیک جو اسمائے الٰہی ثابت ہیں، وہ اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں، جن علماء کرام نے اس سلسلے میں پہلے کوششیں کی ہیں، ان کی ہی محنت وکاوش اس کتاب میں ممد ومعاون بنی ہے، انہیں کی محنتوں کے سر سہرا ہے، یہ کتاب نہ تو بر بنائے اختلاف ترتیب دی گئی ہے، اور نہ ہی اس جذبہ کو دخل ہے کہ راقم سطور محققین کی صف میں نام لکھنا چاہتا ہے، راقم کو اس موضوع کی نزاکت کا بھی احساس ہے اور اسلاف کے کارناموں کا اعتراف بھی، جہاں ان سے اختلاف کیا گیا ہے تو وہ بھی اسلاف کے طے کردہ خطوط کی روشنی میں ہی کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے جو افعال یا صفات قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں، کوئی مسلمان ان میں تردد کی مجال نہیں کر سکتا، وہ صفات اور افعال سب کے سب ثابت ہیں، یہاں صرف ان سب کے اسمائے حسنیٰ میں شامل ہونے یا نہ ہونے سے بحث کی گئی ہے، نہ کہ ان افعال یا صفات کے اثبات ونفی میں۔

یقیناوہ صاحب جلال بھی ہے اور کرم بھی ،تمام عزت وذلت کا مالک بھی وہی ہے خالق بھی اور صارف وقاسم بھی ،نفع وضرراس کے اشارے کے منتظر،کسی کو طاقت نہیں کہ دخیل وسہیم ہو سکے۔

وہ اپنے بندوں کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے اور اسی کو پسند بھی کرتا ہے کہ اس کے بندے بھی اسی صفت سے متصف ہوکر اپنے عیوب ونقائص ،اورستر پر پردہ رکھیں اور دوسروں کے لئے بھی پردہ پوشی کا رویہ اختیار کریں، یقیناوہ خودحیا کرتا ہےاورحیاداروں کو محبوب بھی رکھتا ہے۔

وہ پاک ہے ہرعیب سے،نقص سے، کمزوری سے، بخل سے، نینداورتساہلی سے،ظلم اورجبر سے، بےاعتدالی وبےحیائی سے غرض کوئی ایسی بات اس کی جانب منسوب نہیں کی جاسکتی جواس کی عظمت کے منافی ہو۔

حقیقی سیادت کا مالک وہی ہے،اسکی سب پرچلتی ہے،اوراس پرکسی کا جبرنہیں۔

وہ طاق ہے،طاق کو پسند کرتا ہے،احادیث میں طاق عدد کی فضیلتیں مروی ہیں اور کیوں نہ ہو،وہ ایساوتر ہےجس کا نہ جوڑ ہے نہ جوڑا،اوڑ ہے نہ توڑ۔

تمام مخلوق کی گردنیں اس کے احسانات کے بوجھ سے دبی ہوئی ہیں،کون ہے جواس کے احسان سے مستغنی ہو؟ کون ہے جواس کی بخشش کا بھوکا اورعطا کا بھکاری نہیں، اس کے جیسا محسن کوئی نہیں۔

اس کے انعامات کی بارش سے ہرذرہ بہرہ ورہے، بھلاایسامنعم کوئی دوسرابھی ہوسکتا ہے؟ سوال ہی نہیں اٹھتا۔

جب وہ نوازنے پر آتا ہے تو استحقاق کا محتاج نہیں ہوتا اس کا جود وکرم غیر مستحق کو دم میں مستحق بنا دیتا ہے، جب وہ انتقام لینے پر آتا ہے تو کوئی اس کو عاجز نہیں کر سکتا۔

جمال میں اس کا ثانی کون ہے؟ زمین وآسمان اوران کی پرتوں کی جانی اوران جانی تمام رعنائیاں، شفاف اندھیری رات میں ستاروں کی جلوہ آرائیاں، چودھویں رات کے چاند کا حسین منظر، ٹھٹرتی رات کے بعد اگتے اور تپتی دوپہر کے بعد ڈوبتے سورج کا خوبصورت چہرہ، زمین کے سبزہ زاروں میں کلیلیں کرتے چرند اور آسمان کی وسعتوں میں اڑانیں بھرتے پرند، سمندر کی سبک رو پر وقار لہریں اور ندیوں کی بے باک وگستاخ دھاریں، فلک بوس چوٹیاں، اور برف پوش چٹانیں، غرض کائنات میں جہاں بھی حسن ہے، جیسی بھی خوبصورتی ہے، جتنا بھی جمال ہے، سب اس کے جمال کا ادنیٰ سا پرتو ہے۔

مولیٰ کی تمام صفات کا اقرار ہے، ان کا بھی جن کو کمزور بندے جانتے ہیں اوران کا بھی جن کو نہیں جانتے، اس کے تمام کارنامے تسلیم ہیں، معلوم بھی اور نامعلوم بھی۔

یا اللہ میں آپ کی معافی چاہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ آپ کا کوئی ایسا نام میں نے ترک کر دیا ہو جو آپ نے اپنے لئے اختیار کیا کہ میرے مطالعہ میں وہ چھوٹ گیا ہو، اور اس سے بھی مغفرت چاہتا ہوں کہ آپ نے کوئی نام اختیار نہ کیا ہو اور میرے ناقص مطالعہ نے اس کو شمار کر لیا ہو، آپ کی رحمت بے پایاں، آپ کی مغفرت بے مثال، آپ کا جود وکرم ناپیدا کنار، آپ کا غصہ؟ پہاڑ اس کی تاب نہ لاسکیں، آسمان وزمین، تھرا اٹھیں، انبیاء اولیاء، اتقیاء پناہ مانگتے ہیں ملائک جس سے سہم سہم جاتے ہیں، مگر آپ کی رحمت اس پر بھاری ہے، آپ کی مغفرت ہی آپ کی پکڑ سے بچا سکتی ہے۔

میرے مولیٰ، اگراس ناکارہ کے قلم نے ایسی کوئی فروگذاشت کی ہے تو اس کو معاف فرمادیجئے، اوراس حقیر کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیجئے ، اوراس گناہ گاراوراس کتاب کی ترتیب وتزئین اوراشاعت میں کوشش وتعاون کرنے والوں کا نام اسمائے حسنیٰ کا احصاء کرنے والوں میں لکھ کر جنت میں داخلے کی اجازت مرحمت فرمادیجئے۔

اللهم اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب وصلی الله علی محمدٍ النبی الأمی وعلی أله وسلم تسلیما

محمد عمران مظاہری

ادارۃ البحوث الاسلامیہ دارالعلوم منہاج الدعوۃ الہیڑی سہارن پور یوپی

۲۷ رجب ۱۴۳۴، ۷ جون ۲۰۱۳

اسمائے حسنیٰ میں اسماء کے صرف معانی ہی نہیں دیکھے جائیں گے کہ وہ صحیح ہیں یا غیر صحیح اور محض یہ بھی نہیں دیکھا جائے گا کہ اس سے رب ذوالجلال کی تعریف ہو رہی ہے یا نہیں، بلکہ سب سے پہلے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ مختار نام قرآن وسنت سے ثابت بھی ہے یا نہیں، اور ثابت ہونے سے ہماری مراد اس نام کے مادہ کا قرآن یا حدیث میں موجود ہونا نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ نام جیسا لیا جا رہا ہے جوں کا توں قرآن وحدیث میں نازل ووارد بھی ہو۔

کتاب ہذا ص ۳۶

ایک مسلمان کے لئے صرف انہیں اسماء پر اکتفا کرنی چاہئے جو قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے بطور روایت صحیحہ ثابت ہیں، طریق بے خطر اور صراط مستقیم یہی ہے، ہم کو تو ﴿وذروا الذین یلحدون فی أسمائه﴾ (اعراف ۱۸۰) کا حکم بھی ملا ہوا ہے یعنی اس طریق کو چھوڑ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد اختیار کیا ہے، اس آیت پر غور کرتے ہوئے مجھے تو لفظ ''خدا'' کے استعمال میں بھی تأمل ہونے لگا ہے، گو اس انکشاف سے پہلے خود بھی ہزاروں جگہ اس کا استعمال ذات الٰہی پر کرتا رہا ہوں''

(قاضی سلیمان منصور پوریؒ، معارف الاسماء ۲۹۹)

IDARATUL BUHOOS AL ISLAMIA

at DARUL ULOOM MINHAJUDDAWAH

DAWAT NAGAR ALLHERI P.O BADHERI GHOGU

SAHARANPUR U.P 247001

E-MAIL:imazahiri@gmail.com Ph:+919258773746

Rs.100/-

إدارة البحوث الإسلامية

دار العلوم منہاج الدعوۃ دعوت نگر الہیڑی پوسٹ بڈھیڑی گھوگھو ضلع سہارنپور یوپی